بسم اللہ الرحمن الرحیم

بفیض روحانی

امام عشق ومحبت امام اہل سنن فخر زمین وزمن مقتدائے عارفان روزگار اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد دین وملت امام **احمد رضا خان** فاضل بریلوی علیہ رحمۃ الباری

منتخب فتاویٰ ومقالات امام العلما

(جامع معقولات ومنقولات حضور سیدی علامہ ومولانا الحاج الشاہ

مفتی محمد شبیر حسن صاحب قبلہ برکاتی رضوی (علیہ الرحمۃ والرضوان)

(سابق شیخ الحدیث وصدر شعبۂ افتا:)

الجامعۃ الاسلامیہ قصبہ رونا ہی شریف ضلع ایودھیا (فیض آباد) یوپی)

ترتیب وتخریج

محمد راشد احمد رضوی جامعی

متعلم درجۂ فضیلت: [۴۱-۱۴۴۰ھ/۲۰-۲۰۱۹ء]، الجامعۃ الاسلامیہ رونا ہی شریف

ناشر: **المجمع الحنفی** قصبہ رونا ہی شریف فیض آباد یوپی

نام کتاب : منتخب فتاویٰ و مقالات امام العلما

رشحات قلم : حضور جامع معقولات ومنقولات امام العلما علامہ الحاج الشاہ مفتی محمد شبیر حسن صاحب قبلہ برکاتی رضوی علیہ الرحمۃ والرضوان

نظر ثانی : حضرت علامہ الحاج الشاہ محمد بخش اللہ صاحب قبلہ شیخ الحدیث: جامعہ روناہی
حضرت علامہ الحاج الشاہ مفتی محمد مرتضیٰ خان صاحب قبلہ استاذ: جامعہ روناہی

تقدیم : حضرت علامہ مولانا محمد سلمان رضا خان صاحب قبلہ استاذ: جامعہ روناہی

ترتیب وتخریج : محمد راشد احمد رضوی جامعی
متعلم: الجامعۃ الاسلامیہ روناہی شریف 7379964053

کمپوزنگ : محمد احمد رضا جامعی بارہ بنکوی متعلم: جامعہ روناہی 9838564217

مطبع : مکتبہ فقیہ ملت دہلی

اشاعت اول : بموقع سالانہ عرس حضور امام العلما

باہتمام : فاضل جلیل محبّ حضور امام العلما حضرت مولانا محمد رضوان رضا صاحب قبلہ جامعی، استاذ: جامعہ اہل سنت حشمت العلوم گائے ڈیہہ بلرامپور

تعداد : ۱۱۰۰ر گیارہ سو

صفحات : ۶۴ر چونسٹھ

ملنے کے پتے

☆الجامعۃ الاسلامیہ قصبہ روناھی شریف

☆المجمع الحنفی روناہی شریف☆ جامعہ بکڈ پور روناہی شریف

☆ جامعہ عربیہ بحر العلوم سدھور بارہ بنکی☆ جامعہ اہل سنت حشمت العلوم گائیڈیہہ بلرام پور☆ مکتبہ فقیہ ملت دہلی

فہرست

اھداء

امام الائمہ کاشف الغمہ سراج الامہ سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت تابعی رضی اللہ عنہ

(۸۰ھ) (۱۵۰ھ)

محبوب سبحانی قطب ربانی حضرت سیدنا شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ

(۴۷۱ھ) (۵۶۱ھ)

عطائے رسول خواجۂ خواجگان حضور سیدی سرکار خواجہ معین الدین حسن چشتی اجمیری رضی اللہ عنہ

(۵۳۷ھ) (۶۳۳ھ)

فقیہ فقید المثال مجدد اعظم الشاہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۱۲۷۲ھ) (۱۳۴۰ھ)

تاجدار اہلسنت امام الفقہا مفتی اعظم ہند علامہ محمد مصطفیٰ رضا خاں قادری رضی اللہ عنہ

(۱۳۱۰ھ) (۱۴۰۲ھ)

فقیہ اعظم حضور صدر الشریعہ علامہ الشاہ محمد امجد علی اعظمی رضوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۱۳۰۰ھ) (۱۳٦۷ھ)

گر قبول افتد زہے عز و شرف

ادنیٰ گدائے در امام العلما

محمد راشد احمد رضوی جامعی غفرلہ القدیر القوی

متعلم جماعت ثامنہ: الجامعۃ الاسلامیہ روناہی شریف

نذرانۂ عقیدت

وارث علوم مجدد اعظم جانشین حضور مفتئ اعظم فاتح عرب وعجم شیخ الاسلام والمسلمین حضور

تاج الشریعہ علامہ الشاہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری ازہری

رضی اللہ تعالیٰ عنہ بریلی شریف

و

حضور امام العلما جامع معقولات ومنقولات استاذی الکریم سیدی علامہ الحاج الشاہ

مفتی محمد شبیر حسن صاحب قبلہ برکاتی رضوی

علیہ الرحمۃ والرضوان روناہی شریف

اور جملہ اساتذۂ کرام ذوی الاحترام ووالدین کریمین کی بارگاہ عالیہ میں

گر قبول افتد زہے عز وشرف

ادنیٰ گدائے در امام العلما

محمد راشد احمد رضوی جامعی غفرلہ القدیر القوی

متعلم درجۂ فضیلت: الجامعۃ الاسلامیہ روناہی شریف

دعائیہ کلمات

مفسر قرآن، مناظر اہل سنت، ماہر درسیات حضرت علامہ الحاج الشاہ مفتی

محمد مرتضیٰ خان صاحب قبلہ رضوی

شیخ التفسیر و صدر شعبۂ افتا: الجامعۃ الاسلامیہ قصبہ رونا ہی شریف فیض آباد

بسمه تعالی و تقدس

نحمده و نصلی علی حبیبه الکریم

حضور امام العلما سند الفقہا استاذ الاساتذہ مفتی شبیر حسن رضوی قدس سرہ عظیم محدث، مفسر، متکلم اور فقیہ کبیر تھے۔ مدارس میں مروجہ علوم وفنون کے ماہر استاذ ہی نہیں بلکہ ہر فن کے امام تھے، علوم عقلیہ ونقلیہ کے مجمع البحرین تھے اور طلبہ کے ذہن وقلب کو علوم کا خزانہ بنانے والے، کثیر التلامذہ، مربی تھے، دین اسلام کے عامل اور عظیم داعی تھے، عاشق امام احمد رضا قدس سرہ اور مسلک اعلی حضرت کے عظیم حامی و ناصر تھے۔ آپ کا قلمی شاہکار تصنیف فرمودہ کتابیں اور فتاوی کا عظیم ذخیرہ ہے۔ انھیں میں سے یہ چند فتاوی اور بزرگوں کے تعارف نامہ کا مجموعہ ہے جس کو قوم کے افادہ کے لیے عزیز القدر جناب مولانا محمد راشد زید مجدہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔

اللہ تعالی ان کی اس سعی جمیل کو قبول فرمائے اور ان کو دین کا عظیم مبلغ بنائے۔

آمین

حضور امام العلما کا ادنیٰ غلام

محمد مرتضیٰ خان رضوی

خادم: الجامعۃ الاسلامیہ رونا ہی فیض آباد

تقریظ جلیل

عالم نبیل، فاضل جلیل، ناشر مسلک رضا، صاحب التصانیف والتحریر، حضرت علامہ الشاہ

مفتی محمد معین الدین خان صاحب قبلہ رضوی جامعی

شیخ الحدیث ورئیس الاساتذہ: جامعہ اہل سنت حشمت العلوم جدید گائیڈ یہہ بلرام پور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آقائی مولائی استاذی استاذ العلما امام العلما افقہ الفقہا مرجع ارباب فتویٰ حضرت علامہ مفتی شبیر حسن صاحب رضوی خلیفۂ اجل شیخ الاسلام والمسلمین حضور تاج الشریعہ رضی اللہ عنہما نہایت محتاط زبان وقلم کے مالک فقہ وافتا کے امین تھے، فتوی نویسی کے معاملہ میں آپ بہت محتاط اور ائمۂ فتوی کے ترجیحات اور معتمد اقوال کے پابند تھے، آپ کے فتاوی مقبول بھی ہیں اور قابل استناد بھی، ہمیشہ آپ اپنے افکار کو حضور اعلیٰ حضرت مجدد اعظم امام احمد رضا خاں رضی اللہ عنہ کی روش کے مطابق رکھتے اور اسی اعتبار سے اپنے طلبہ کی تربیت بھی فرماتے اور اسی نگاہ سے آپ مدارس کا جائزہ بھی لیتے تھے۔ خدا کرے یہ علمی ذخیرہ جلد منظر عام پر آئے اور عوام وخواص اس سے فیضیاب ہوں اور ہر سنی دار الافتاء کی زینت بنے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ حضور امام العلما کا فیضان ہمیشہ جاری رکھے۔ پیش نظر رسالہ **"منتخب فتاویٰ ومقالات امام العلما"** کو مقبول خاص وعام بنائے اور اس کے مرتب کو بیش از بیش خدمت دین وخلق کرنے کی توفیق بخشے اور آپ کو اپنے خاص جوار رحمت میں ہمیشہ بلند مراتب پر فائز رکھے۔ آمین

و صلی اللہ علی خیر خلقہ سیدنا محمد و الہ و صحبہ اجمعین

محمد معین الدین خان حنفی قادری رضوی ہیم پوری غفرلہ القوی

خادم الافتا: جامعہ اہل سنت حشمت العلوم گائیڈ یہ اترولہ بلرام پور

۱۲؍رجب المرجب ۱۴۴۱ھ، ۸؍مارچ ۲۰۲۰ء

تقدیم

ادیب شہیر فاضل جلیل ماہر علم فرائض و اسماء رجال حضرت علامہ مولانا

محمد سلمان رضا خان صاحب قبلہ جامعی ازہری

استاذ: الجامعۃ الاسلامیہ قصبہ رونا ہی شریف فیض آباد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی و نسلم علی حبیبہ الکریم

امابعد! زیر مطالعہ رسالہ ”**منتخب مقالات وفتاوی امام العلما**“ درحقیقت استاذ باوقار، جامع معقولات ومنقولات حضرت علامہ مفتی شبیر حسن رضوی علیہ الرحمہ سابق شیخ الحدیث وصدر شعبہ افتا الجامعۃ الاسلامیہ روناہی ،فیض آباد، یوپی انڈیا کے چند اہم اور معرکۃ الآرا مباحث پر مشتمل فتاوی اور مقالات کا قیمتی مجموعہ ہے، جس کو محبّ مکرم مولانا محمد راشد احمد رضوی صاحب نے افادۂ عام کی خاطر مرتب کیا ہے۔

پہلا فتوی: جس کا نام ”التوضیح التام فی التفاوت بین اللزوم والالتزام“ ہے۔اس میں سائل نے تین مختلف سوالات کیے ہیں۔

پہلا سوال: مولوی اسماعیل دہلوی کی تکفیر وعدم تکفیر کے حوالہ سے ہے، جس کے سلسلہ میں کئی ایک کو ذہنی الجھن کا شکار دیکھا گیا؛ کیوں کہ علامہ فضل حق خیر آبادی اور علامہ فضل رسول بدایونی علیہما الرحمہ نے اسماعیل دہلوی کی تکفیر کی ہے، اور مجدد دین وملت، قامع قصر وہابیت، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قادری فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے اسماعیل دہلوی کی تکفیر سے کف لسان فرمایا ہے۔اِس لیے بعض ذہنوں میں یہ شک وشبہ پیدا ہوتا

ہے کہ [معاذ اللہ] فاضل بریلوی علیہ الرحمہ "من شك فی کفرہ و عذابہ" کی گرفت میں آ گئے۔ اور اِسی شبہ کو معاندین ومخالفین اور حاسدین اعلیٰ حضرت یقین کے درجہ میں رکھتے ہوئے آپ پر کفر کا فتوی لگاتے ہیں۔ استاذ گرامی وقار حضرت علامہ مفتی شبیر حسن رضوی علیہ الرحمہ نے اِس پر محققانہ کلام فرمایا ہے ،اور شک وارتیاب کا خاتمہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے کہ:

"حکم کفر فقہی اور کفر کلامی میں فرق ہے، یوں ہی کفر لزومی والتزامی میں تفاوت ہے... اسماعیل دہلوی علیہ ماعلیہ کے کفریات سب کفر فقہی و کفر لزومی ہیں ،فقہا تکفیر کریں گے،اور متکلمین احتیاط کریں گے، تکفیر سے زبان روکیں گے۔ جمہور فقہا کے نزدیک اکفار و تکفیر کے لیے تبین کافی ہے اور متکلمین وفقہاے محققین کے نزدیک تبین کے ساتھ تعین درکار ہے۔ دونوں میں عموم خصوص مطلق ہے کہ جب تعین ہوگا تو تبین بھی متحقق ہوگا لیکن ایسا نہیں کہ جب تبین ہو تو تعین بھی متحقق ہو، طرفین سے ملازمہ نہیں۔ اسماعیل دہلوی کے کفریات متبین ہیں، متعین نہیں، اس لیے جمہور فقہا کے نزدیک وہ کافر ہے اور متکلمین کف لسان کریں اور احتیاط برتیں گے"۔()

دوسرا سوال: فقہی ہے، بلکہ رسم افتا سے متعلق ہے، جس میں سائل نے دریافت کیا ہے کہ: "اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے فتاوی رضویہ میں ایک مقام پر امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کی روایت نادرہ جو کہ شہر کی تعریف کے سلسلہ میں ہے ،اُس کو ظاہر الروایہ کے خلاف بتایا ہے، اور اُس کو مرجوع عنہ اور متروک فرمایا ہے۔ اور ایک دوسرے مقام پر اُسی کے مطابق جمعہ وعیدین کی صحت کا فتوی دیا ہے۔ گویا کہ اعلی حضرت علیہ الرحمہ نے خود مرجوع عنہ اور مترک کے مطابق فتوی دیا ہے۔ اِس ظاہری تعارض وتضاد کو دفع کرتے

ہوئے حضور مفتی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

”صحت جمعہ وعیدین کا حکم روایت نادرہ کے مطابق عوام کالانعام کے لیے ہے، وہ جس طرح بھی خدا اوراُس کے رسول پاک کا نام لیں ،غنیمت ہے، ورنہ مشاہدہ ہے کہ اُنھیں جمعہ سے روکا جائے تو وقتیہ بھی چھوڑ بیٹھتے ہیں۔ اور عدم صحت کا حکم اس روایت نادرہ کے خلاف آپ جیسے خواص کے لیے ہے۔ عوام و خواص کے کچھ احکام جدا گانہ ہیں، تناقض وتضاد کے لیے اتحاد جہت کی شرط ہے ، اور یہاں اختلاف موضوع ہے،اوراختلاف موضوع سے تناقض دفع ہوجاتا ہے“۔()

دوسرا فتویٰ: حدیث افتراق امت کی تشریح وتوضیح پر مشتمل ہے۔ جس میں حضور مفتی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ نے نہایت علمی کلام کیا ہے، مجھے یقین ہے کہ اہل علم اسے پڑھ کر عش عش کرنے لگیں گے۔ بطور نمونہ ایک اقتباس ملاحظہ فرمائیں۔ آپ فرماتے ہیں:

”مولف مذکور کا ”کلھم فی النار“ سے دخول فی النار مراد لینا سراسر باطل و مردود ہے؛ کیوں کہ اس سے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ”الا واحدۃ“ کا استثنا فرمانا باطل وعاطل لازم آرہا ہے کہ فرقہ ناجیہ وجملہ فرق باطلہ جب سبھی فرق جنت میں جائیں گے تو استثنا سے کیا فائدہ ہوا؟ اس سے تو ارشاد جلیل ہی باطل ہوجارہا ہے ،اور جو باطل کو مستلزم ہو وہ خود باطل ہوتا ہے،لہٰذا مولف مذکور کا قول قطعاً جزماً باطل ہے،لہذا ”کلھم فی النار“ سے خلود فی النار مراد ہے نہ کہ محض دخول فی النار مراد ہے“۔

اِس رسالہ میں میلاد شریف،صلوٰۃ وسلام اور قیام کے جواز پر مختصر مگر جامع تحریر بھی شامل ہے،اس کے علاوہ اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت، مجدد دین وملت سیدنا امام

احمد رضا خان حنفی قادری برکاتی اور شیخ الاسلام والمسلمین، مفتی اعظم ہند محمد مصطفیٰ رضا خان نوری علیہما الرحمۃ والرضوان کی علوم عقلیہ میں مہارت تامہ کو اجاگر کرنے کے لیے دو بہت اہم اور وقیع مقالات منتخب کیے گئے ہیں۔

بہر حال عزیز گرامی مولانا محمد راشد احمد رضوی جامعی فاضل الجامعۃ الاسلامیہ روناہی، ایودھیا (فیض آباد) یوپی انڈیا قابل مبارک باد ہیں کہ اُنھوں نے محسوس کیا کہ اِن علمی مقالات کو شائع کرنے کی ضرورت ہے، تاکہ اِن سے زیادہ سے زیادہ حضرات استفادہ کرسکیں، اِس لیے اُنھوں نے بہت قلیل مدت میں ان مقالات وفتاوی کو کمپوز کیا، مرتب کیا اور عربی نصوص کی تخریج بھی کرڈالی۔ موصوف محنتی، جفاکش، علم دوست، نیک طینت، اور صوفی مزاج اور حضور امام العلما علیہ الرحمہ سے گہری عقیدت ومحبت رکھنے والے ہیں۔ دعا ہے کہ مولائے قدیر ان کی اس کاوش کو شرف قبولیت سے نوازے، دارین کی سعادتوں سے بہرہ مند فرمائے، اور حضور امام العلما علیہ الرحمہ کے روحانی فیوض وبرکات سے شادکام فرمائے۔ آمین بجاہ حبیبہ الکریم علیہ التحیۃ والتسلیم۔

ابوحمزہ محمد سلمان رضا خان حنفی قادری جامعی ازہری

استاذ: الجامعۃ الاسلامیہ، روناہی، فیض آباد، یوپی

۱۳؍رجب المرجب ۱۴۴۱ھ/ ۱۰؍مارچ ۲۰۲۰ء سہ شنبہ

عرض مرتب

یہ میرے لیے انتہائی مسرت کی بات ہے کہ حضور امام العلما علیہ الرحمۃ والرضوان کو جب بھی کوئی فتویٰ ، مقالہ یا تقریظ وغیرہ کمپوزنگ کرانے کی ضرورت پیش آتی تو آپ مجھ ناچیز کو یاد فرماتے اور پھر میں حضور والا کے حکم کے مطابق اس کو کمپوز کر کے بارگاہ میں پیش کرتا تو آپ خوش ہوکر دعاؤں سے نوازتے ، اس طرح جب آپ کے چند علمی ، تحقیقی و تفصیلی فتاوی و مقالات کی کمپوزنگ مکمل ہوچکی تو میرے دل میں یہ ارمان اٹھا کہ آپ کے وہ فتاوی ومقالات جو انتہائی اہمیت کے حامل ہیں انہیں بشکل رسالہ شائع کیا جائے مگر ہمیشہ کچھ موانع اس میں حائل رہے اور رہ رہ کہ ارمان دل میں اٹھتا اور ختم ہو جاتا۔ پھر رواں سال میں نے اس بابت استاذی الکریم حضرت علامہ محمد سلمان رضا خان ازہری صاحب سے مشورہ کیا تو آپ نے میری حوصلہ افزائی فرمائی اور کام آگے بڑھانے کا حکم فرمایا۔ چنانچہ میں نے آپ کی رہنمائی میں اللہ کے فضل وکرم پر بھروسہ کرتے ہوئے کام آگے بڑھایا اور بحمدہ تعالیٰ یہ رسالہ پایۂ تکمیل کو پہنچ گیا۔

میں ممنون و متشکر ہوں خلیفۂ حضور مفتیٔ اعظم سیدی علامہ الحاج الشاہ مفتی سید محمد افضال احمد صاحب قبلہ رضوی گونڈہ اور اپنے مشفق اساتذۂ کرام: نائب امام العلما حضور علامہ الحاج الشاہ محمد بخش اللہ صاحب قبلہ قادری ، حضرت علامہ مفتی محمد مرتضٰی خان صاحب قبلہ ، حضرت مولانا محمد سلمان رضا خان ازہری صاحب قبلہ کا جنہوں نے اس ناچیز کی حوصلہ افزائی فرمائی اور دعاؤں سے نوازا اور اپنے استاذ خاص حضرت علامہ مفتی محمد معین الدین خان صاحب قبلہ رضوی کا جنہوں نے مجھ ناچیز کو قلم پکڑنے سلیقہ سکھایا بتایا۔ ساتھ ہی فاضل جلیل مقبول بارگاہ حضور امام العلما حضرت مولانا محمد رضوان صاحب جامعی بلرامپوری کا جنہوں نے اس رسالہ کی طباعت کی ذمہ داری قبول کی اور جس جس نے بھی کسی طرح حصہ لیا ان سب کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

دعا ہے کہ مولائے کریم اپنے فضل سے ہر محسن و کرم فرما کے جملہ جائز مقاصد بآسانی پورے فرمائے اور اس رسالہ سے افراد اہل سنت کو نفع عطا فرمائے ، میرے کاموں کے مفاسد کو مصالح میں ، برائیوں اور خطاؤں کو خوبیوں میں تبدیل فرما دے۔ آمین بجاہ النبی الکریم الامین ﷺ

گدائے در حضور امام العلما: **محمد راشد احمد رضوی جامعی** غفرلہ القدیر القوی

حضور امام العلما علیہ الرحمہ کا مختصر تعارف

اسم گرامی: شبیر حسن رضوی بن امت علی

لقب: (۱) امام العلما (۲) جامع معقول و منقول

تاریخ ولادت: یکم جولائی ۱۹۴۸ء موضع دیوریا لال پوسٹ چائے کلاں ضلع بستی

ابتدائی تعلیم: (۱) دار العلوم تدریس الاسلام بسڈیلہ (۲) دار العلوم منظر حق ٹانڈہ امیڈکر نگر یوپی

اعلیٰ تعلیم و دستار فضیلت: ۱۹۶۹ء الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ یوپی بہ عمر ۱۹ر سال

مشاہیر اساتذۂ کرام: (۱) جلالۃ العلم حضور حافظ ملت علامہ الشاہ عبد العزیز صاحب قبلہ علیہ الرحمۃ و الرضوان (۲) ماہر علوم عقلیہ و نقلیہ حضرت علامہ حافظ عبد الرؤف بلیاوی صاحب قبلہ علیہ الرحمۃ والرضوان (۳) فقیہ اجل متکلم اجل قاضی ملت حضرت علامہ قاضی شمس الدین صاحب قبلہ جعفری رضوی جونپوری علیہ الرحمۃ و الرضوان (۴) حضور بحر العلوم جامع علوم ونقلیہ علامہ مفتی عبد المنان صاحب قبلہ اعظمی علیہ الرحمۃ والرضوان (۵) خیر الاذکیاء حضرت علامہ اعجاز احمد صاحب قبلہ بستوی علیہ الرحمۃ والرضوان (٦) قاضئ شریعت حضرت علامہ ومولانا محمد شفیع صاحب قبلہ اعظمی علیہ الرحمۃ و الرضوان (۷) سلطان الاساتذہ بڑے حضرت حضرت علامہ محمد نعمان خان صاحب قبلہ اعظمی علیہ الرحمۃ والرضوان (۸) محدث جلیل حضرت علامہ محمد عبد الشکور صاحب قبلہ مدظلہ العالی

مقامات تدریس: (۱) جامعہ عالیہ مصطفویہ عزیز العلوم نانپارہ ضلع بہرائچ شریف یو پی بعد از فراغت تا ۹/ سال (۲) الجامعۃ الاسلامیہ قصبہ رونا ہی شریف ضلع ایودھیا (فیض آباد) از: ۱۹۷۶ء تا حیات

اولاد و امجاد: (۱) محمد جنید رضا (۲) حضرت مولانا محمد ارشد رضا صاحب (استاذ: مدرسہ عربیہ بحر العلوم سدھور بارہ بنکی یو پی) (۳) محمد راشد رضا (۴) محمد شاہد رضا (۵) اور ایک صاحبزادی

بیعت و ارشاد: تاریخ ۲۲/ ماہ رمضان ۱۳۷۹ھ مطابق ۱۹۶۰ء، از: شیخ الاسلام و المسلمین تاجدار اہل سنت امام الفقہا حضور مفتیِ اعظم ہند حضرت علامہ الشاہ محمد مصطفیٰ رضا خان قادری نوری بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

خلافت: (۱) حضور بلبل ہند عاشق اعلیٰ حضرت، شیدائے حضور مفتیِ اعظم مفتیِ نانپارہ علامہ مفتی رجب علی صاحب قبلہ قادری رضوی نوری علیہ الرحمۃ والرضوان (۲) شہید راہ مدینہ حضرت علامہ سید انوار اشرف عرف مثنیٰ میاں صاحب قبلہ علیہ الرحمۃ والرضوان (۳) نبیرۂ سرکار اعلیٰ حضرت قاضی القضاۃ فی الھند حضور تاج الشریعہ علامہ الحاج الشاہ مفتی محمد اختر رضا خان صاحب قبلہ قادری رضوی ازہری بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان (۴) جانشین سرکار مسولی وارث جبۂ مولائے کائنات گلزار ملت حضور سید شاہ گلزار اسماعیل واسطی قادری بلگرامی مسولی شریف

سفر حج و زیارت: دو مرتبہ: پہلی مرتبہ ۱۹۹۴ء میں اور دوسری مرتبہ ۱۹۹۹ء میں

سفر بغداد شریف: دو مرتبہ، پہلی مرتبہ ۱۹۹۴ء میں اور دوسری مرتبہ ۲۰۱۹ء میں

آخری حاضری بارگاہ اعلیٰ حضرت میں: بموقع عرس رضوی شریف، ۲۵/ صفر المظفر ۱۴۴۱ھ مطابق ۲۵/ اکتوبر ۲۰۱۹ء

ایوارڈ و سپاس نامے : (۱) **صدرالشریعہ ایوارڈ**، بدست مقدس: حضور ممتاز الفقہا محدث کبیر علامہ الحاج الشاہ مفتی ضیاء المصطفیٰ صاحب قبلہ قادری رضوی امجدی دام ظلہ العالی، بموقع عرس حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان مؤرخہ ۲؍ذی قعدہ: ۱۴۳۵ھ مطابق ۲۹؍اگست ۲۰۱۴ء (۲) **مجاہد ملت ایوارڈ** ، منجانب: جامعۃ الحبیب چیریٹبل ٹرسٹ رسول پور، جگت سنگھ پور، اڈیشا، انڈیا، بدست اقدس: حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ اختر رضا خان قادری ازہری علیہ الرحمۃ والرضوان، بتاریخ: یکم جمادی الثانی ۱۴۳۷ھ، مطابق: ۱۱؍مارچ ۲۰۱۶ء (۳) **خالد ملت ایوارڈ**، بموقع صد سالہ عرس رضوی نوری ۱۴۴۰ھ مطابق ۲۰۱۸ء، بیادگار: حضرت علامہ مولانا خالد رضا خان قادری نواسۂ حضور مفتیٔ اعظم ہند علیہما الرحمۃ والرضوان، منجانب: حضرت مولانا محمد انس رضا قادری صاحب بریلی شریف (۴) **مجاہد ملت ایوارڈ**، بموقع جشن زریں (گولڈن جبلی) الجامعۃ الاسلامیہ روناہی، منجانب: مجلس ابنائے جامعہ روناہی شریف، مؤرخہ ۱۹؍رجب المرجب ۱۴۴۰ھ مطابق ۲۷؍مارچ ۲۰۱۹ء بروز چہار شنبہ مبارکہ (۵) **علامہ عبدالرؤف بلیاوی ایوارڈ**، منجانب: محفل رضا خلیل آباد، سنت کبیر نگر، مؤرخہ ۱۸؍محرم الحرام ۱۴۴۱ھ مطابق ۱۸؍ستمبر ۲۰۱۹ء بروز چہار شنبہ مبارکہ

تکریمی خطاب: ''**امام العلما**''، منجانب: انجمن رضائے مصطفیٰ خلیل آباد، سنت کبیر نگر، مؤرخہ ۱۸؍محرم الحرام ۱۴۴۱ھ مطابق ۱۸؍ستمبر ۲۰۱۹ء بروز چہار شنبہ مبارکہ

مناصب جلیلہ: (۱) صدر المدرسین، (۲) شیخ الحدیث، (۳) صدر شعبۂ افتا، (۴) رکن فیصل بورڈ مجلس شرعی بریلی شریف، (۵) کثیر تعداد میں مساجد و مدارس اہل سنت کی سرپرستی و سربراہی، (۶) رکن مجلس مشاورت ماہنامہ ''الجامعہ'' روناہی شریف

تصنیفات و تالیفات: (۱) حاشیۂ شرح ہدایۃ الحکمت الٰہیات (عربی) (۲) الجوہر المنظم فی شرح المسلم (۳) جوامع الحکم (۴) امام احمد رضا اور علوم عقلیہ (۵) توضیحات کبریٰ (۶) حاشیۂ کبریٰ (۷) مختصر حالات فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا

(غیر مطبوع)(۸)رسالہ وجود وعدم(۹)ہزاروں فتاوی

چند تفصیلی ، تحقیقی فتاوی و مقالات: (۱)التوضیح التام فی التفاوت بین اللزوم والالتزام (۲) (حدیث افتراق امت کی تشریح وتوضیح) (۳) (ڈاکٹر طاہر القادری کیسے عالم ہیں اور انکا بیان سننا کیسا؟ (۴) میلاد شریف وصلوٰۃ وسلام وقیام کے دلائل (۵) امام احمد رضا بحیثیت منطقی وفلسفی (۶) مفتی اعظم اور علوم عقلیہ (۷) بحر العلوم مایۂ ناز محقق

وصال پر ملال: ۱۴/ربیع الغوث ۱۴۴۱ھ مطابق ۱۱/دسمبر ۲۰۱۹ء بروز چہار شنبہ، بوقت عشاء ۷/بج کر ۱۵/منٹ پر بمقام لکھنؤ

نماز جنازہ: ۱۵/ربیع الغوث ۱۴۴۱ھ مطابق ۱۳/دسمبر ۲۰۱۹ء بروز جمعہ مبارکہ بعد نماز جمعہ بامامت حضور محدث کبیر حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری صاحب قبلہ۔

مزار مبارک : الجامعۃ الاسلامیہ روناہی شریف سے متصل حضرت شیخ شرف الدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پہلو میں ٹیلہ پر۔

پہلا عرس چہلم: ۲۴/جمادی الاولیٰ ۱۴۴۱ھ مطابق ۲۰/جنوری ۲۰۲۰ء بروز دوشنبہ مبارکہ

سگ بارگاہ امام العلما

محمد سلام الدین رضوی جامعی

متعلم: الجامعۃ الاسلامیہ روناہی شریف

التوضيح التام
فی التفاوت
بین اللزوم والالتزام

۷۸۶/۹۲

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین ذیل کے مسائل میں کہ:

(۱) اسمٰعیل دہلوی جس نے اپنی کتاب ''تقویۃ الایمان'' کے اندر شان رسالت میں اہانت آمیز کلمات لکھے جس کی بناء پر علامہ فضل حق خیر آبادی وعلامہ فضل رسول بدایونی علیہما الرحمہ نے اسمٰعیل دہلوی کی تکفیر کی مگر اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے اسکے بہتر (۷۲) اقوال کفریہ گنانے کے باوجود اس کی تکفیر نہیں کی ایسا کیوں؟ اگر یہ اسمٰعیل دہلوی کے تائب ہو جانے کی غیر متحقق وغیر متعین خبر کی بنا پر ہے تو توبہ کے غیر متیقن ہونے کی وجہ سے اس کا تائب ہو جانا مشکوک ٹھہرا اور اسمٰعیل دہلوی کا شان رسالت میں گستاخی کرنا متحقق ومتعین ہے۔ بایں طور کہ اس کی گستاخی بشکل تحریر موجود ہے اور شریعت کا حکم ہے: ''الیقین لا یزول بالشك'' اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے غیر متیقن توبہ کے پیش نظر اسمٰعیل دہلوی کی گستاخی جو متیقن ہے اس پر حکم کفر کیوں نہیں لگایا اور اس کی تکفیر میں سکوت کو راہ کس بنیاد پر دیا؟ جبکہ اہانت رسالت کرنے والے کی تکفیر کرنا ضروریات دین سے ہے۔ پھر یہ کہ جب علامہ فضل حق خیر آبادی وعلامہ فضل رسول بدایونی علیہما الرحمہ نے اسمٰعیل دہلوی کی تکفیر اس کی گستاخی کی بناء پر کی ہے تو اب اسمٰعیل دہلوی کی تکفیر نہیں کرنے والے یا اس کی تکفیر میں شک وتوقف کرنے والے بھی ''من شك فی کفرہ و عذابہ فقد کفر'' کی زد میں آئیں گے یا نہیں اگر نہیں تو

کیوں؟ جبکہ کبرائے وہابیہ ودیابنہ کہ جن پر اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے حکم کفر نافذ فرما دیا تو اب ان کے کفر وعذاب میں شک وتوقف کرنے والے بھی انہیں کبرائے وہابیہ کے زمرہ میں داخل ہوجاتے ہیں۔ مدلل ومفصل اور تسلی بخش جواب جلد تر عنایت فرمائیں۔

(۲) اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ فتاویٰ رضویہ شریف جلد سوم باب الجمعہ کے پہلے مسئلہ کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

''صحت جمعہ کیلئے شہر شرط ہے اور شہر کی یہ تعریف کہ جس کی اکبر مساجد میں اس کے سکان جن پر جمعہ فرض ہے یعنی عاقل، بالغ، تندرست نہ سماسکیں ہمارے ائمۂ ثلاثہ رحمہم اللہ تعالیٰ سے ظاہر الروایت کے خلاف ہے اور جو کچھ ظاہر الروایت کے خلاف ہے مرجوع عنہ متروک ہے اور فتاوے جب مختلف ہوں تو ظاہر الروایت پر عمل واجب ہے''۔

اور صفحہ ۲۴۷ پر امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی روایت نادرہ کو حوالہ میں پیش فرماتے ہوئے رقمطراز ہیں: ''جس گاؤں میں یہ حالت پائی جائے اس میں اس روایت نادرہ کی بنا پر جمعہ وعیدین ہوسکتا ہے اگرچہ اصل مذہب کے خلاف ہے مگر اسے بھی ایک جماعت متأخرین نے اختیار فرمایا''

دریافت طلب امر یہ ہے کہ جب ظاہر الروایت پر عمل واجب اور امام ابو یوسف کی روایت نادرہ ظاہر الروایت کے خلاف مرجوع عنہ متروک ہے تو اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ صفحہ ۲۴۷ پر امام ابو یوسف کی روایت نادرہ کے پیش نظر جمعہ وعیدین کے ہوجانے کا حکم کیوں فرماتے ہیں بظاہر آپ کے دونوں فتاویٰ میں تضاد وتعارض معلوم ہوتا ہے پھر یہ کہ جو لوگ اس روایت نادرہ کی بنا پر جمعہ وعیدین پڑھیں تو ترک واجب ہوگا یا نہیں اگر ہوگا تو ترک واجب کا گناہ ان لوگوں پر لازم آئے گا یا نہیں؟

(۳) ظاہر الروایت میں شہر کی جو تعریف کی گئی ہے اس کے متعلق فتاویٰ امجدیہ جلد اول صفحہ ۲۹۲ کے حاشیہ پر حضور مفتیٔ اعظم ہند نور اللہ مرقدہ کا قول مفتی شریف الحق صاحب

نے نقل کیا ہے کہ: ”یہ مصر کی اصطلاحی حد نہیں بلکہ علامات ہیں فقہاء نے مصر اور غیر مصر میں اپنے اپنے عہد میں جو باتیں مابہ الامتیاز دیکھیں تحریر فرمائیں“۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ حضور مفتیٔ اعظم ہند نور اللہ مرقدہ کے اس قول کے پیش نظر جو فتاویٰ امجدیہ کے حاشیہ پر منقول ہے شہر کی اصطلاحی حد کیا ہوگی؟ بینوا بالتفصیل و توجروا بالاجر الجزیل

سائل: محمد عباس نوری

مدرس: دار العلوم قادریہ علی پٹی ضلع مہوتری نیپال

الجواب

بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

امام اہل سنن فخر زمین و زمن مقتدائے عارفان روزگار اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد دین وملت فاضل بریلوی علیہ رحمۃ الباری کے کلام واقوال میں بحمدہٖ و بفضلہٖ تعالیٰ نہ تو کوئی تعارض ہے اور نہ ہی کوئی تضاد وتناقض ہے۔ یہ ہماری کم علمی وکم فہمی ہوسکتی ہے کہ فاضل بریلوی کے کلام واقوال کو صحیح محامل پر محمول نہ کرسکیں اور ان کے معانیٔ صحیحہ نہ سمجھ سکیں یہ اپنا قصور اور اپنی فہم وفراست کا نقصان ہے۔ اب مسائل مذکورہ سے متعلق جوابات ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) حکم کفر فقہی اور کفر کلامی میں فرق ہے، یوں ہی کفر لزومی والتزامی میں تفاوت ہے۔ جس لفظ کے ظاہر معنیٰ کفر ہوں، تاویل کی گنجائش نہ رکھتا ہو یعنی اس کے لئے کوئی تاویل صحیح نہ ہو کہ تاویل فاسد کو نہ کہیں گے کہ اس میں تاویل کی جگہ ہے فقہا اس پر تکفیر کرتے ہیں لیکن متکلمین کتنی ہی تاویل بعید ہو جب تک عرفاً حد امکان میں ہو اسے موجب احتیاط جانتے ہیں ہاں تاویل متعذر کہ حقیقتاً وہ تاویل ہی نہیں ہوتی اسے کوئی نہ سنے گا کیونکہ وہ تاویل ہی نہیں بلکہ تحریف ہے اس پر تکفیر قطعی اجماعی ہے یہی وہ کافر ہے

کہ اس کے کفر و عذاب میں شک کرنا بھی کفر ہے۔ اسمٰعیل دہلوی علیہ ما علیہ کے کفریات سب کفر فقہی و کفر لزومی ہیں فقہا تکفیر کریں گے اور متکلمین احتیاط کریں گے، تکفیر سے زبان روکیں گے۔ جمہور فقہا کے نزدیک اکفار و تکفیر کے لیے تبین کافی ہے اور متکلمین و فقہائے محققین کے نزدیک تبین کے ساتھ تعین درکار ہے، دونوں میں عموم خصوص مطلق ہے کہ جب تعین ہوگا تو تبین بھی متحقق ہوگا، لیکن ایسا نہیں کہ جب تبین ہو تو تعین بھی متحقق ہو، طرفین سے ملازمہ نہیں۔ اسمٰعیل دہلوی کے کفریات متبین ہیں، متعین نہیں، اس لئے جمہور فقہا کے نزدیک وہ کافر ہے اور متکلمین کف لسان کریں گے اور احتیاط برتیں گے۔
اور طواغیت اربعہ کبرائے وہابیہ دیابنہ: ''قاسم نانوتوی، رشید احمد گنگوہی، اشرفعلی تھانوی خلیل احمد انبیٹھوی'' کے کفریات، کفر کلامی و التزامی ہیں کہ متبین کے ساتھ متعین ہیں، ان میں قطعاً کوئی تاویل کی گنجائش نہیں اور معانی کفر متعین ہیں، ان سب کی تکفیر قطعی و اجماعی ہے فقہا و متکلمین سبھی تکفیر کریں گے۔ امام اہل سنت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے مسلک متکلمین کو ترجیح دیا اور اسی کو احوط جانا، اسمٰعیل دہلوی کے کفریات بوجوہ کثیرہ ثابت فرمایا اور تکفیر سے کف لسان فرمایا۔
منح الروض میں ہے:''عدم التکفیر مذھب المتکلمین و التکفیر مذھب الفقھاء فلا یتحد القائل بالنقیضین فلا محذور'' (منح الروض الازھر شرح فقہ اکبر لعلی قاری، ص: ۴۲۹) لا جرم تاویل صحیح اگرچہ کتنی ہی بعید ہو متکلمین قبول کریں گے یہ وہ ہے کہ محققین محتاطین نے فرمایا کہ: **''ایک بات میں ننانوے پہلو کفر کے ہوں اور ایک پہلو اسلام کا ہو تو پہلوئے اسلام کو ترجیح دیں گے''** (شرح فقہ اکبر لعلی قاری، ص: ۱۹۹) یہی مفاد دونوں کتاب مستطاب: ''سلّ السیوف الھندیہ'' اور ''الکوکبۃ الشھابیہ'' کا ہے کہ ان کا موضوع بحث کفر فقہی ہے نہ کہ کفر کلامی ہے۔ آپ نے ''الکوکبۃ الشھابیہ'' کا حوالہ پیش کیا اور اس کی عبارت پر غور نہیں فرمایا صفحہ ۱۰ سے شروع جواب ان لفظوں سے ہے:
''بلاشبہ وہابیہ اور ان کے پیشوا پر حسب تصریحات جماہیر فقہا حکم کفر ثابت'' (فتاویٰ رضویہ

شریف جلد۱۵ص:۱۷۶،رسالہ:الکوکبۃ الشہابیہ)اور صفحہ ۶۲ پر ختم جواب میں یہ لفظ ہیں:

”فرقۂ وہابیہ اوران کے امام بلا شبہ جماہیر فقہاء کی تصریحات پر کافر“ (ایضاً ص: ۲۳۵، ۲۳۶)

ساری کتاب خالص بحث فقہی پر ہے اور بالکل اخیر میں اتنے لفظ **”مذہب کلامی“** پر ہیں:

”اگرچہ ہمارے نزدیک مقام احتیاط میں اکفار سے کف لسان ماخوذ ومختار ومرضی و مناسب واللہ سبحٰنہ تعالٰی اعلم“ (فتاویٰ رضویہ شریف جلد۱۵ص:۲۳۶، رسالہ: الکوکبۃ الشہابیہ)

صفحہ ۶۱ میں تمام بحث وکلام کے ختم پر یہ حاشیہ ہے:

”یہ حکم فقہی متعلق بہ کلمات سفہی تھا محتاطین نے اس کی تکفیر سے سکوت کیا“ (فتاوی رضویہ شریف جلد۱۵،ص:۲۳۵،۲۳۶،حاشیہ:الکوکبۃ الشہابیہ)

ان تفصیلات سے مقصود یہ ہے کہ فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے عدم تکفیر (اسمٰعیل دہلوی) کی **وجہ اصلی** یہ ہے جو بیان کی گئی کہ اسمٰعیل دہلوی کے کفریات لزومی وفقہی ہیں ،التزامی وکلامی نہیں ہیں کہ اس کی تکفیر قطعی وضروری ہو۔اور **دوسری وجہ** یہ بھی ہوسکتی ہے جو آپ نے ذکر کیا ہے کہ اس نے اپنے کلام واقوال سے رجوع وتوبہ کرلیا تھا اور یہ بات اس کی مشہور ہو چکی تھی اب ایسی صورت میں احتیاط کا تقاضا یہی تھا کہ اس کی تکفیر سے کف لسان کیا جائے۔اس بارے میں یہاں تین چیزیں ہیں جو نہایت قابل غور ہیں: (۱) کلام (۲) تکلم (۳) متکلم۔ان میں سے جس کسی میں احتمال محتمل قابل قبول پیدا ہو مانع تکفیر شخص ہوگا،اگرچہ کفریت قول ثابت ہو،کلام میں احتمال کی صورت تو وہی ہے جو ما سبق میں وجہ وجیہ ووجہ سبب اصلی میں گزری کہ لزوم ہے التزام نہیں متبین ہے متعین نہیں، احتمالات اُخر بھی ہیں۔اور تکلم میں احتمال یہ ہے کہ جس کی طرف وہ کلام منسوب ہے اس سے اس کے ثبوت میں تامل ہو،تو کلام اگرچہ یقیناً جزماً کفر ہو اس شخص کو کافر نہ کہیں گے کہ اس کا تکلم ثابت نہیں۔اور متکلم میں احتمال یہ کہ اس کلام سے اس کی توبہ اور اس سے

رجوع مسموع ہو، یہ اگر بہ ثبوت قطعی ثابت ہو، جب تو ظاہر ہے کہ اس کی تکفیر حرام بلکہ کثیر فقہا کے فتوے کی رو سے خود کفر اور اگر ایسا ثبوت ہو کہ متردد کردے اور شک میں واقع کردے جب بھی قائل کے بارے میں کف لسان درکار، اگرچہ قول کفر صریح ناقابل تاویل ہو۔ حدیث کا ارشاد ہے: "کیف و قد قیل" کما فی البخاری (بخاری شریف، ج ۱ ص: ۱۹)

اور اگر نری افواہ بے سروپا ہو، یا قائل کے بعض بہی خواہوں کا مکابراً ادعاء ہو تو اس پر قطعاً التفات نہ ہوگا تو یہ بھی ممکن کہ اسمٰعیل دہلوی کا اپنے اقوال کفریہ سے توبہ و رجوع کرنا فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کو مسموع ہوا ہو جس کی وجہ سے کف لسان فرمایا ہو۔ رہی یہ بات کہ آپ کا بیان کردہ اور نقل کردہ ضابطہ و قاعدہ تو وہ یقیناً حق وصواب ہے اور اصول شرع سے ہے لیکن وہ ضابطہ یہاں مسئلہ دائرہ میں منطبق نہ ہوگا کیوں کہ اس کے اقوال کا کفر ہونا متبین ضرور ہے، لیکن متعین اور یقینی نہیں، کہ اس نے کفری معانی ہی مراد لیے ہیں۔ لہٰذا اس کا کفری معنیٰ مراد لینا متیقن نہیں بلکہ غیر متیقن ہے ضابطہ حق ہے لیکن وہ یہاں منطبق نہیں ہے۔ ضروریات دین میں سے کسی بھی ضروریۂ دینیہ کا انکار یقیناً کفر ہے لیکن اس کا ضروریات دینیہ کا منکر ہونا متیقن اور متعین نہیں ہے کہ اس کی تکفیر ضروری و قطعی ہو۔ اور اہانت رسول کرنے والے کی تکفیر کرنا اور اسے کافر کہنا اور کافر جاننا اور سمجھنا بلاشبہ ضروریات دین سے ہے لیکن اہانت رسول ہونا یا اہانت رسول کرنا متیقن اور متعین ہو کہ اس نے اہانت ہی کا پہلو مراد لیا ہے اور یہاں مسئلہ دائرہ میں اہانت رسول کرنا اور اہانت رسول والا معنیٰ مراد لینا اور مراد ہونا متیقن اور متعین نہیں بلکہ غیر متیقن اور غیر متعین ہے لہٰذا ضابطہ مذکورہ یہاں منطبق نہیں کہ محل مذکور ضابطہ مذکورہ کے جزئیات و افراد سے نہیں۔ فافهم و تفكر۔ اور اسمٰعیل دہلوی کی تکفیر نہ کرنے والے یا اس کی تکفیر میں شک و تردد کرنے والے جزئیہ مذکورہ: "من شك فی كفره و عذابه فقد كفر" (ردالمحتار ج ۳ ص ۳۱۷) کے تحت اور اس کی زد میں نہیں آئیں گے کہ وہ جزئیہ مذکورہ مخصوص بکفر

کلامی والتزامی ہے اور اسمٰعیل دہلوی کے کفریات کفر لزومی و کفر فقہی ہیں، نیز اگر جزئیہ مذکورہ کو مخصوص بکفر التزامی نہ مانا جائے بلکہ لزومی والتزامی دونوں کیلئے عام کردیا جائے تو عندالفقہا متکلمین کافر ٹھہریں گے جو قطعاً درست نہیں۔ لہٰذا اس کی تخصیص کفر کلامی والتزامی کے ساتھ فقیر کی معلومات کے مطابق ضروری ہے، بلکہ اس کے اختصاص پر نقل بھی موجود ہے، تو قطعاً وہ مخصوص ہے، لہٰذا ہرگز ہرگز جزئیہ مذکورہ کے تحت اسمٰعیل دہلوی کی تکفیر نہ کرنے والے یا شک وتردد کرنے والے نہیں آئیں گے ورنہ استحالات عدیدہ لازم آئیں گے۔ مثلاً: "الامام البریلوی شاك فی کفراسمٰعیل۔ و کل شاك فی کفر اسمٰعیل کافر" نتیجہ ظاہر ہے معاذ اللہ ثم معاذ اللہ۔ یوں ہی آپ اپنے اوپر قیاس کی ترتیب دے لیجئے کہ: "مولانا عباس علی شاك فی کفراسمٰعیل۔ و کل شاك فی کفر اسمٰعیل کافر" نتیجہ ظاہر ہے۔ معاذ اللہ۔ اور یوں ہی یہی حکم سارے متکلمین ومحققین فقہا بلکہ اس دور میں سارے سنیوں پر جاری ہوگا کہ: "کل فرد من افراد المتکلمین والمحققین من الفقہاء وارباب من اھل السنة شاك فی کفراسمٰعیل، و کل شاك فی کفر اسمٰعیل کافر" نتیجہ ظاہر ہے۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ۔ لہٰذا جزئیہ مذکورہ مخصوص بکفر التزامی تسلیم کیا جائے اور اگر عام ہونا تسلیم کرلیا جائے تو اس کی توجیہ یہ کی جائے گی کہ جو اسمٰعیل دہلوی کی تکفیر بلا کسی تاویل صحیح کے (خواہ وہ تاویل کتنی ہی بعید کیوں نہ ہو) نہ کرے یا اسمٰعیل دہلوی کے اقوال کو ظاہر معنیٰ پر محمول کرتے ہوئے پھر بھی اس کی تکفیر نہ کرے وہ کافر ہے۔ اور امام بریلوی نے تاویل صحیح اور ظاہر معنیٰ پر نہ محمول کرتے ہوئے تکفیر نہیں فرمائی۔ لہٰذا اسمٰعیل دہلوی کی تکفیر نہ کرنے والے ظاہر معنیٰ پر نہ محمول کرتے ہوئے یا اس کی تکفیر میں شک وتردد کرنے والے جزئیہ مذکورہ کے تحت اور اس کی زد میں نہیں آتے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) صحت جمعہ وعیدین کا حکم روایت نادرہ کے مطابق عوام کالانعام کے لیے ہے، وہ جس طرح بھی خدا اور اس کے رسول پاک کا نام لیں، غنیمت ہے۔ ورنہ مشاہدہ ہے کہ

انھیں جمعہ سے روکا جائے تو وقتیہ بھی چھوڑ بیٹھتے ہیں۔ اور عدم صحت کا حکم اس روایت نادرہ کے خلاف آپ جیسے خواص کیلئے ہے، عوام وخواص کے کچھ احکام جداگانہ ہیں۔ تناقض وتضاداور تعارض کے لیے اتحادِ جہت کی شرط ہے اور یہاں اختلافِ موضوع ہے۔ اختلافِ موضوع سے تناقض دفع ہو جاتا ہے۔ آپ نے ''باب الجمعہ فتاویٰ رضویہ شریف'' کا غور وفکر سے مطالعہ کیا ہوتا تو تعارض نظر نہ آتا اور اگر نظر آتا تو دفع کر لیتے۔ آپ کی نقل کردہ عبارت مکتبہ اشرفیہ رضویہ سنبھل سے شائع شدہ فتاوی رضویہ کے صفحہ ۴۰۲ اور اسی کے صفحہ ۴۱۷ میں ہے فاضل بریلوی علیہ الرحمہ ارشاد فرماتے ہیں:

''مگر دربارۂ عوام فقیر کا طریق عمل یہ ہے کہ ابتداء خود انھیں نہیں منع کرتا نہ انھیں نماز سے باز رکھنے کی کوشش پسند رکھتا ہے ایک روایت پر صحت ان کے لئے بس ہے وہ جس طرح خدا اور رسول پاک کا نام لیں غنیمت ہے مشاہدہ ہے کہ'' الیٰ آخرہ۔ (فتاویٰ رضویہ شریف جلد ۸، ص: ۳۷۴، باب الجمعہ) اور اخیر میں فرماتے ہیں:

''ہاں جب سوال کیا جائے تو جواب میں وہی کہا جائے گا جو اپنا مذہب ہے وللہ الحمد یہ عوام کالانعام کیلئے ہیں'' الیٰ آخرہ۔ (ایضاً ص: ۳۷۶، باب الجمعہ)

لہٰذا امام وقت کے کلام میں کوئی تعارض وتضاد نہیں۔ ان سب توجیہات کے ہوتے ہوئے تعارض سمجھنا اپنی عقل وفہم کا نقصان ہے۔ روایت نادرہ پر فتویٰ دینا (اقامت جمعہ وعیدین کیلئے) قطعاً درست نہیں اور جہاں ایک زمانے سے ہوتا آیا ہے وہاں پر ہرگز نہ روکا جائے کہ روایت نادرہ پر ان کا جمعہ وعیدین کا ادا کرنا صحیح ہو جارہا ہے۔ ضرورت داعیہ کے پیش نظر حکم صحت وعدم منع عوام کیلئے ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) حضور سیدی الکریم ومرشدی الفخیم مفتیٔ اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ مصر (شہر) وقریہ (گاؤں) کا لفظ ایسا نہیں جو منقولات شرعیہ مثل صلوٰۃ وزکوٰۃ کے ہو کہ جس کو شریعت مطہرہ نے اپنی وضع خاص وتعین خاص میں کسی معنیٰ کے لیے مقرر فرمایا ہو ورنہ شارع سے منقول ضرور ہوتا، اور شارع صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

سے قطعاً کوئی نقل ثابت ومنقول نہیں کہ مصر وقریہ کا یہ معنیٰ ہے۔ لہٰذا اصطلاح شرع میں شہر کا کوئی مخصوص معنیٰ موضوع لہ مقرر ومعین نہیں، بلکہ فقہا نے الیٰ آخرہ۔ تو جب اصطلاح شرع میں شہر کی حد وارد نہیں تو اس کی حد اصطلاحی سے متعلق سوال کرنا ہی درست نہیں اور عرف شرع میں شہر کی حد وتعریف وہی ہوگی جو معنیٰ معروف ومتعارف ہو اور **"معنیٰ متعارف میں شہر اسی آبادی کو کہتے ہیں جس میں متعدد گلی کوچے، متعدد محلے دائمی بازار وغیرہ ہوں"** (فتاویٰ رضویہ شریف جلد ۸، ص: ۳۶۷، باب الجمعہ) اور اس معنیٰ متعارف سے پھیر کر کسی دوسرے معنیٰ کے لیے شہر کو مقرر کرنا اور معین کرنا وہ معین کرنے والے کی خود اپنی اصطلاح ہوگی جو احکام شرعیہ کا مدار نہیں ہوسکتی۔ هذا ما ظهر لی من مطالعة الکتب الفقهية والفتاوی الرضوية

والله تعالیٰ اعلم و علمه اتم و احکم

الفقیر شبیر حسن رضوی

کتبـــــــــــــــــــــــــــــــــہ

فرمان مبارک حضور امام العلما

مسلک اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے وابستہ رہو اسی میں فلاح ونجات ہے۔

حدیث افتراق امت کی توضیح وتشریح

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

بعون الملك الوهاب اللهم هداية الحق والصواب

ایجاب وسلب دونوں متناقض ہیں ،جمع نہیں ہو سکتے ، دونوں کا اجتماع محال بالذات ہے،اور وجود شئ اس کے لوازم کے وجود کا مقتضی اور نقائض ومنافیات کا نافی ہے کہ لازم کا منافی موجود ہوگا تو لازم نہ ہوگا اور لازم نہ ہوگا تو شئ ہی نہ ہوگی۔ان اصول وکلیات سے ظاہر ہوا کہ سلب شئ کے تین طریقے ہیں:

اول: یہ کہ خود اس شئ کا انکار وسلب مثلاً کوئی کہے کہ انسان ہے ہی نہیں۔

دوم: اس کے لوازم سے کسی لازم کی نفی وسلب مثلاً کوئی کہے کہ انسان تو ہے لیکن وہ ایک ایسی شئ کا نام ہے جو حیوان یا ناطق نہیں۔

سوم: اس کے منافیات سے کسی شئ کا اثبات مثلاً کوئی کہے کہ انسان حیوان صاہل یا ناہق سے مراد وعبارت ہے۔(فتاویٰ رضویہ شریف،ج:۱۵،ص:۵۳۱)

تو یہ تینوں انسان کی نفی وسلب میں برابر ہیں اور تینوں انسان کے وجود کے منکر ہیں۔اور کسی شئ کے وجود وتحقق کے لئے ضروری ہے کہ اس کے شرائط وجود پالئے جائیں اور موانع سب مرتفع ہو جائیں ورنہ شئ کا وجود وتحقق نہ ہوگا۔ایمان وکفر دونوں متناقض ہیں ،جمع نہیں ہو سکتے ، دونوں کا اجتماع محال ہے۔اور تلازم واستلزام وملازمہ کبھی طرفین سے ہوتا ہے اور کبھی ایک ہی جانب سے ہوتا ہے۔مثلاً طلوع شمس و وجود نہار میں طرفین سے ملازمہ ہے،ان میں سے ہر ایک کا تحقق و وجود دوسرے کے تحقق و وجود کو مستلزم ہے

اوران میں سے ہر ایک کی نفی، دوسرے کی نفی وانکار ہے۔اورانسان وحیوان میں ایک ہی جانب سے ملازمہ ہے کہ انسان کا وجود تو حیوان کے وجود کو مستلزم ہے، لیکن حیوان کا وجود وتحقق انسان کے وجود وتحقق کو مستلزم نہیں کہ لازم اعم ہے، جو غیر انسان میں بھی پایا جاتا ہے۔ یہی حال نار وحرارت کا بھی ہے۔ یہ سب ایسے اصول وکلیات ہیں جو مسلمات وجدلیات سے ہیں، انکار کی گنجائش نہیں، اور معقولات ومنقولات سب میں معتبر وملحوظ ہیں۔

ان اصول وکلیات مسلمہ کو ذہن میں اچھی طرح بٹھا لینے کے بعد آپ یا ہر ذی انصاف سلیم الطبع پر روز روشن کی طرح عیاں ہو جائے گا کہ سارے ضروریات دین پر ایمان وایقان واجب ہے اور کسی ایک کا انکار سب کا انکار ہوگا۔ کیوں کہ سارے ضروریات دین میں آپس میں ملازمہ ہے۔اسی لیے استاذ گرامی جلالۃ العلم حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان نے فرقۂ ناجیہ سے متعلق فرمایا: جیسا کہ آپ نے سوال میں نقل کیا ہے کہ:

”قرآن وحدیث پہ ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ پورے قرآن وحدیث کو مانے اگر کسی ایک آیت یا حدیث متواتر کا انکار کرے تو قرآن وحدیث کا ماننے والا نہیں“۔

اور نمبر ۶ میں تنبیہ فرماتے ہوئے فرماتے ہیں:

تنبیہ: ”کفر وبے دینی کے لئے یہ ضروری نہیں کہ قرآن مجید کی ہر ہر آیت کا خلاف کیا جائے، تمام احادیث کا انکار کیا جائے بلکہ کسی ایک آیت کا خلاف بھی کفر وبے دینی کے لئے کافی ہے، اگر چہ تمام قرآن مجید پر ایمان رکھتا ہو“۔

یہی مطلب ہے جزئیہ مشہورہ مسلمہ ”لا نکفر احداً من اهل القبلة“ (فتح المغیث ص:۱۴۲) کا کہ ہم کسی اہل قبلہ کی تکفیر نہیں کرتے جبکہ وہ سارے ضروریات دین پر ایمان رکھتا ہے کسی ضروریہ دینیہ کا منکر نہ ہو ورنہ وہ اہل قبلہ سے ہی نہ ہوگا۔امام عشق ومحبت امام اہل سنن فخر زمین وزمن مقتدائے عارفان روزگار اعلیٰ حضرت عظیم البرکت

مجدد دین وملت رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنی نے اپنے رسالۂ مبارکہ ''باب العقائد والکلام'' میں دلائل قویہ وقویمہ سے ثابت فرمایا ہے کہ: فرقۂ ضالہ مثلاً فلاسفہ وآریہ ویہود ومجوس ونصاریٰ ونیچری وچکڑالوی، قادیانی، رافضی، وہابی، دیوبندی، غیر مقلد یہ سب گمراہ بددین خارج از اسلام ہیں۔ بعض لزومِ کفر کی وجہ سے اور اکثر التزامِ کفر کی وجہ سے اور سب کے سب جاہل باللہ ہیں اور منکر خدا ہیں۔ امام فرماتے ہیں:

''مولیٰ عزوجل کو جمیع صفات کمال لازمِ ذات اور جمیع عیوب ونقائص اس پر محال بالذات کہ اس کے کمال ذاتی کے منافی ہیں، کفار میں ہرگز کوئی نہ ملے گا جو اس کی کسی صفت کمالیہ کا منکر یا معاذ اللہ اس کے لیے عیوب ونقص کا مثبت نہ ہو، تو دہریے کہ نفس وجود سے انکار رکھتے ہیں باقی سب کفار کسی کمال لازمِ ذات کے نافی یا کسی عیب منافیٔ ذات کے مثبت ہیں بہر حال اللہ عزوجل کو نہ ماننے میں وہ اور دہریے برابر ہوئے''۔

(فتاویٰ رضویہ شریف، ج:۱۵،ص:۵۳۱)

اس کے بعد امام الکل فی الکل امام اہل سنت نے فرقۂ ضالہ مذکورہ کا جہل باللہ اور انکار باللہ دلائل قاطعہ سے ثابت فرمایا ہے۔ اسی میں فرماتے ہیں:

''اور کلمہ گو فرقوں میں جو مرتد ہیں وہ نبی وقرآن سبھی کو جانتے قال اللہ وقال الرسول سے سند لاتے نمازیں پڑھتے روزے رکھتے ہیں جیسے قادیانی، نیچری، چکڑالوی، وہابی، رافضی، دیوبندی، غیر مقلد خذلهم الله تعالىٰ اجمعين''۔ (ایضاً حوالۂ مذکور)

اور مزید معلومات کے لئے امام عشق ومحبت کا رسالۂ مذکورہ مطالعہ کیجئے نیز کتاب مستطاب حضرت علامہ فہامہ مولانا مولوی ابو الطاہر محمد طیب صاحب صدیقی قادری برکاتی قاسمی داناپوری علیہ الرحمۃ والرضوان کی **''تجانب اہل السنۃ عن اہل الفتنۃ''** کا مطالعہ کریں جو تیرہ سو ساٹھ، اکسٹھ ہجری میں تحریر فرمائی گئی ہے انشاء اللہ آپ کے سارے خلجان وشکوک وشبہات دور ہو جائیں گے اور سب سوالات مندفع ہو جائیں گے اور ایمان میں مزید پختگی پیدا ہو جائے گی۔ اور امام اہل سنت اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ

عنہ کے ملفوظات شریفہ میں ایک سوال وجواب بھی ہے۔ اسے بھی ملاحظہ کرلیں، ان شاء اللہ تعالیٰ اس سے بھی شکوک وشبہات دور ہوں گے وہ یہ ہے:

عرض: نیچری اس پر بہت زور دیتے ہیں، ڈپٹی نذیر احمد نے تو صاف لکھ دیا ہے کہ نجات کے لئے صرف لاالٰہ الااللہ کافی ہے محمد رسول اللہ کی کچھ حاجت نہیں اور اس پر حدیث "من قال لاالٰہ الااللہ دخل الجنۃ" سے سند لاتے ہیں حدیث کا مطلب کیا ہے؟

ارشاد: حدیث حق ہے۔ اور زعم خبیث کفر۔ "لاالٰہ الا اللہ" کلمہ طیبہ کا علَم ہے، جس سے پورا کلمہ مراد ہے۔ اگر کوئی کہے کہ "الحمد" سات بار کہو، یا "قل ھو اللہ" گیارہ بار کہو۔ اس سے صرف لفظ "الحمد" یا صرف لفظ "قل ھو اللہ" مراد ہوں گی؟ ہرگز نہیں، بلکہ پوری سورتیں کہ اختصاراً جن کے نام یہ ہیں۔ کلمہ طیبہ کا اختصار "لا الٰہ" نہیں ہوسکتا کہ نفی محض بلا استثنا تو معاذ اللہ کلمہ کفر ہے۔ لاجرم نصف کلمہ اس کا اختصار ہوا۔ یہ ایک ظاہر جواب ہے۔ اور میرے نزدیک تو حقیقت امر یہ ہے کہ بے شک صرف "لاالٰہ الا اللہ" نجات کا ضامن ہے۔ اور اسی سے وہ ملعون قول کہ "محمد رسول اللہ" کی معاذ اللہ حاجت نہیں، کفر خالص ہے "لا الٰہ الا اللہ" سے فقط الفاظ مراد نہیں بلکہ اس کے معنٰی کی تصدیق سچے دل سے ایمان لانا کہ جس ذات جامع جمیع کمالات، منزہ از جمیع عیوب ونقائص کا علَم پاک واقع میں "اللہ" ہے، جس نے سچی کتابیں اتاریں، سچے رسول بھیجے، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو افضل الرسل وخاتم النبیین کیا، وہ جس کے کلام کا ایک ایک حرف یقینی قطعی ہے، جس میں کذب یا سہو یا خطا کا اصلاً کسی طرح امکان نہیں، جس نے اللہ کو اس طرح پہچانا، اسی نے اللہ کو جانا، اسی نے "لاالٰہ الااللہ" مانا۔ اور جسے ضروریات دین سے کسی بات میں شک یا شبہ ہے اس نے نہ ہرگز اللہ کو جانا نہ "لاالٰہ الااللہ" مانا، مثلاً جو شخص "لاالٰہ الااللہ" پر ایمان کا دعویٰ رکھے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ مانے، وہ ایسے کی توحید کی گواہی دیتا ہے، اور ایسے کو اللہ سمجھا ہے جس نے محمد

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ بھیجا اور وہ ہرگز ''اللہ'' نہیں، اس نے اپنے خیال میں اک باطل تصور جما کر اس کا نام ''اللہ'' رکھ لیا ہے، یہ اللہ پر مؤمن نہیں، بلکہ اللہ کے ساتھ مشرک ہے۔ ''اللہ'' یقیناً وہ ہے، جس نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ بھیجا۔ تو اللہ پر ایمان وہی لائے گا جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھتا ہے، اس پر تمام ضروریات دین کو قیاس کرلو! مثلاً: جو اللہ کا مقر اور قیامت کا منکر ہے، یقیناً اللہ کا منکر اور اقرار میں مشرک ہے۔ تو ایسے کو ''اللہ'' ٹھہرایا جو قیامت نہ لائے گا، حالاں کہ اللہ وہ ہے کہ قیامت جس کا سچا وعدہ ہے۔ وعلیٰ ھذا القیاس۔ اب بفضلہٖ تعالیٰ معنی بے تکلف صحیح ہو گئے۔ لہٰذا اپنے رسالہ باب العقائد والکلام میں ثابت کیا ہے کہ کفر صرف جہل باللہ کا نام ہے جو اللہ کو صحیح طور پر جانتا، مانتا ہے۔ کافر نہیں ہوسکتا۔ اور جو کافر ہے، اللہ کو ہرگز نہیں جان سکتا، اگرچہ کتنا ہی بڑا دعویٰ علم ومعرفت کا کرے۔ جیسے دیوبندیہ ، وہابیہ، مرزائیہ وأمثالھم خذلھم اللہ تعالیٰ۔ انتھیٰ (الملفوظ، حصہ دوم، ص: ۷۷، ۷۸)

اور ایمان وکفر کے سلسلے میں جو استاذ گرامی جلالۃ العلم حضور حافظ ملت رضی المولیٰ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنی نے ذکر وتحریر فرمایا ہے کہ: **''قرآن وحدیث پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ پورے قرآن''** الیٰ آخرہ۔ وہی حق وصواب واصول شرع کے مطابق اصول دین وشرع ہے، وہی سب اہل سنت وجماعت کا موقف ہے۔ اور آپ نے تحریر کیا ہے کہ: **''استقامت کانپور کے ''تحفظ عقائد نمبر'' میں شائع حضور حافظ ملت کے مقالہ میں بظاہر تعارض معلوم ہوتا ہے''** یہ آپ کی قلت نظر کا اثر ہے۔ استاذ گرامی رضی المولیٰ تعالیٰ عنہ کا امت اجابت کہہ دینا مجاز ہے۔

پھر آگے اس کی تشریح بھی ہے:

''جو مجھ کو نبی مانے اور قبلہ رو نماز پڑھے''، ظاہر ہے کہ وہ شخص بھی جس کی یہ کیفیت ہو اس کیفیت کے ہوتے ہوئے امت اجابت میں داخل ہو گا۔ اب اگر کفر وارتداد یا ضروریات دین سے کسی ضروریۂ دینیہ کا انکار پالیا گیا تو اجابت سے خارج ہو کر دعوت

میں داخل ہو گیا۔ اور ہو سکتا ہے کہ استاذ محترم علیہ الرحمۃ والرضوان نے عالم ارواح کے اعتبار سے امت اجابت فرمایا ہو؛ کیوں کہ عالم ارواح میں سب نے رب تعالیٰ کی ربوبیت اور رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رسالت کا اقرار کیا تھا تو اس اعتبار سے سب امت اجابت میں داخل ہو جائیں گے، اور اس دنیا میں آنے کے اعتبار سے دو قسم کی امتوں میں بٹ گئے: (۱) امت دعوت (۲) امت اجابت۔ امت دعوت میں تو ساری دنیا داخل ہے۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت الی الحق سب کو شامل ہے۔ جیسا کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: "ارسلت الی الخلق کافۃ" (مسلم شریف، کتاب المساجد ومواضع الصلوٰۃ ج:۱،ص:۱۹۹) مجھے ساری دنیا کی جانب رسول بنا کر بھیجا گیا ہے۔ اور امت اجابت میں صرف اہل سنت وجماعت کے حضرات داخل ہیں۔ زادھم اللہ تعالی

اب آپ جوابات نمبروار ملاحظہ فرمائیں:

(۱) نہ صرف امت دعوت مراد ہے اور نہ ہی صرف امت اجابت مراد ہے بلکہ مطلق امت مراد ہے جس میں دونوں داخل ہیں۔

(۲) امت اجابت کے شعائر وعلائم وہی ہیں جو اہل سنت کے شعائر وعلائم ہیں جو جملہ ضروریات دین پر ایمان رکھتے ہیں اور ان میں منافیٔ ایمان نہ پایا جاتا ہو۔

(۳) ضروریات دین وہی ہیں جسے حجۃ الاسلام امام غزالی علیہ الرحمۃ والرضوان نے بیان فرمایا ہے: "اصول الایمان ثلثۃ الایمان باللہ وبرسولہ و بالیو م الآخر وبما علم من الرسول مجیئہ با لتواتر صلی اللہ علیہ وسلم" (التفرقۃ بین الاسلام و الزندقۃ، ص: ٦٢، الفصل الثامن)

(۴) ہاں! ہر مومن کے لئے ضروری ہے کلام ربانی کی ہر آیت وحدیث متواتر کے حکم شرعی پر اذعان وایقان اور ہر اس شئ پر ایقان واذعان رکھنا جس کا لانا خدا کی جانب سے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ثابت بالتواتر وبالیقین ہو۔

(۵) بدعت کی پانچ قسمیں ہیں: وہ بدعتی جس کی بدعت حد کفر تک پہنچ گئی ہو وہ امت اجابت واہل سنت و جماعت سے خارج ہے مثلاً دیابنہ، وہابیہ وغیرہم۔ یہ فرقِ اسلامی میں مجازاً داخل ہیں ان کا اجماع میں اعتبار نہیں۔ کما قال الفاضل البریلوی فی الفتاوی الرضویة من المجلدالسادس

(۶) یہ انھیں کی شاخیں ہیں انھیں بہتر میں داخل ہیں۔

(۷) نفس کفر میں سب برابر ہیں حکم کفر سب کے لئے ثابت ہے البتہ بعض کافر بکفر التزامی ہیں بلکہ اکثر کافر بکفر التزامی ہیں بعض ایسے ہیں جو کافر بکفر لزومی ہیں، عند الفقہا سب کافر ہیں۔

(۸) فرق اسلامی میں ان کا دخول مجازاً ہے، عند الفقہاء خارج از اسلام ہیں اور یہ فرقِ جدیدہ باطلہ کفریات التزامیہ کے مرتکب ہیں ان میں اکثر عندالمتکلمین بھی کافر ہیں جن کی تکفیر اجماعی وقطعی ہے۔

(۹) جب کفر ہونا ثابت ہوا اور اسے حق وصحیح سمجھتے ہوئے اور اس کے عقائد ونظریات و کفریات کو جانتے ہوئے اس کو کافر نہ جاننا اور کفر وعذاب میں شک کرنا خود کافر ہو جانا ہے "من شك فی کفره و عذابه فقد کفر" (ردالمحتار، ج:۶،ص:۳۷۰،حسام الحرمین،ص: ۹۰ رتمہید ایمان ص:۴۷) جو اس کا حکم ہوگا وہی اس کے مؤیدین کا بھی ہوگا۔

(۱۰) رسالۂ مذکورہ فقیر کی نظر سے نہ گزرا لیکن اس کے مؤلف بطالت وسفاہت پر ہیں ایمان وکفر کے درمیان تمیز وامتیاز ختم کر دیا ہے اگر تفصیل کے ساتھ ذکر کیا جائے تو کلام بہت طویل ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ہم کو آپ کو جملہ اہل سنت و جماعت کو امام عشق ومحبت کے مسلک پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

مؤلف مذکور کا "کلهم فی النار" (ترمذی شریف، ابواب العلم، باب افتراق ھذہ الامۃ، ص: ۹۳، مشکوۃ شریف ص: ۳۰) سے دخول فی النار مراد لینا سراسر باطل ومردود ہے۔ کیوں کہ اس سے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا "الا واحدةً" کا استثنا فرمانا باطل وعاطل ہونا

لازم آرہا ہے، کہ فرقۂ ناجیہ و جملہ فرق باطلہ جب سبھی فرق جنت میں جائیں گے تو استثنا سے کیا فائدہ ہوا۔اس سے تو ارشاد جلیل ہی باطل ہو جارہا ہے اور جو باطل کو مستلزم ہو وہ خود باطل ہوتا ہے لہٰذا مولف مذکور کا قول قطعاً جزماً باطل ہے۔لہٰذا '' کلھم فی النار'' سے ''خلود فی النار'' مراد ہے نہ کہ محض ''دخول فی النار'' مراد ہے کما قال المؤلف المذکور اور اگر فرقۂ ضالہ مبتدعہ اپنے عقائد کفریہ کے رکھتے ہوئے اور کسی نہ کسی ضروریہ دینیہ کا انکار کرنے کے باوجود جنت میں جائیں گے اور جہنم کی ابدی سزا نہ پائیں گے تو ارشاد ربانی ''اُعِدَّتُ لِلْکافِرِیْنَ'' (البقرہ ، آیت: ۲٤) و ''خَالِدِیْنَ فِیْھَا اَبَداً'' (الاحزاب ، آیت: ٦٥) کا کیا مطلب ہوگا؟اس سے تو ارشاد ربانی کا انکار لازم آرہا ہے اور ارشاد ربانی کا انکار کفر ہے لہٰذا ''کلھم فی النار'' سے محض ''دخول فی النار'' مراد لینا باطل ہے اور وہ فرق ضالہ جن کے کفریات لزومی والتزامی دونوں ہیں ان کی تکفیر قطعی و اجماعی ہے۔علمائے عرب وعجم سب نے تکفیر کیا۔اور ''کلھم فی النار'' سے محض ''دخول فی النار'' مراد لینا اور انھیں جنتی کہنا ، بتانا اور انھیں کافر نہ کہنا اور کافر نہ جاننا خود کفر کے دلدل میں پھنسنا اور گھسنا ہے۔ العیاذ با للہ تعالیٰ ۔

یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ کفر وشرک دونوں میں عموم خصوص مطلق کی نسبت ہے۔ ہر مشرک تو کافر ہے لیکن ہر کافر مشرک نہیں۔اور جہنم ہر کافر کے لئے بنائی گئی ہے، تو جہنم میں ہر مشرک و کافر دونوں جائیں گے نہ کہ صرف مشرک بمعنی کافر ہی جہنم میں جائیں گے۔اور مؤلف مذکور کے قول سے لازم آرہا ہے کہ کافر بمعنیٰ مشرک ہی جہنم میں جائیں گے اور وہی ہمیشہ جہنم میں رہیں گے حالانکہ ہر کافر بمعنیٰ مشرک اور کافر بمعنیٰ تکذیب باللہ وتکذیب بالرسول و بالضروریات الدینیہ کرنے والا سب جہنم میں جائیں گے اور جہنم کی ابدی سزا میں گرفتار رہیں گے۔ کما یدل علیہ قولہ تعالیٰ ''اُعِدَّتُ لِلْکافِرِیْنَ'' وقولہ تعالیٰ ''خَالِدِیْنَ فِیْھَا اَبَداً'' ''الکافرین'' میں الف لام استغراق کا ہے خواہ کافر بمعنیٰ مشرک ہو یا ضروریات دین سے کسی ایک بھی ضروریۂ دینیہ کا منکر و

مکذب ہوسب جہنم میں ہمیشہ رہیں گے۔لہٰذا ''کلھم فی النار'' سے محض ''دخول فی النار'' مراد لینا اورفرقِ ضالہ مبتدعہ مرتدہ منکرین ضروریات دین کا جنت میں جانا محال شرعی و باطل وعاطل وفاسد وکاسد ہے۔امام عشق ومحبت اعلیٰ حضرت عظیم البرکت اپنی بعض تصانیف میں رقمطراز ہیں:

''ہرگز کوئی معصیت مسلمان کو جنت سے محروم اور کافر کے برابر نہیں کرسکتی،اہل سنت کے نزدیک مسلمان کا جنت میں جانا واجب شرعی ہے اگرچہ معاذ اللہ مؤاخذہ کے بعد اور کافر کا جنت میں جانا محال شرعی کہ ابدالآباد تک کبھی ممکن نہیں'' انتھیٰ۔(فتاویٰ رضویہ شریف جلد ۱۱، ص:۱۵۸،رسالہ شمول الاسلام،رضا اکیڈمی)

اوراگر ''کلھم فی النار'' سے محض ''دخول فی النار'' مراد ہواورفرقِ ضالہ مبتدعہ مرتدہ منکرین ضروریات دینیہ بھی دیر،سویر نجات پاکر داخل جنت ہوں گےتو جہنم کا خلولازم آئے گا،جب کہ ارشادربانی ہے:''لَأَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكُمْ اَجْمَعِيْنَ'' (الاعراف، آیت: ۱۸) [ضرور میں جہنم کو تم سب سے بھردونگا] اور یہ خبر باری تعالیٰ ہے، اورخبر باری تعالیٰ کا کذب محال ہےاور جو مستلزمِ محال ہووہ خود محال ہوتا ہے،لہٰذا ''کلھم فی النار'' سے محض ''دخول فی النار'' مراد لینا باطل ہوا۔اور ''کلھم فی النار'' سے ''خلود فی النار'' مراد ہونا ثابت ہوا۔یہ ہیں استحالات عدیدہ جو ''کلھم فی النار'' سے محض ''دخول فی النار'' مراد لینے پرلازم آرہے ہیں۔ العیاذ باللہ تعالیٰ منھا ۔

اورامتی سے ''امت اجابت'' مراد ہے یا ''امت دعوت'' مراد ہے؟ تو یہ فقیر کی فہم ناقص کے مطابق امتی سے نہ صرف ''امت اجابت'' مراد ہے اور نہ ہی ''امت دعوت'' مراد ہے بلکہ مطلق ''امت'' مراد ہے،جس میں ''امت اجابت ودعوت'' دونوں داخل ہیں؛ کیوں کہ امتی، منزل میں مقسم کے ہے،اور مقسم لابشرط شئ کے منزل میں ہوتی ہےاوروہ بشرط شئ وبشرط لاشئ ہرایک سے اتصاف وتقیید کی صلاحیت رکھتی ہے۔ مثلاً فن نحو میں کلمہ من حیث ھی کلمہ نہ تو اسم ہے اور نہ ہی فعل وحرف ہے، ہاں ہر ایک کی

صلاحیت رکھتا ہے۔تو امتی سے مراد مطلق ''امت'' ہے جس میں دونوں داخل ہیں۔اب اسی مطلق کی تقسیم ہو رہی ہے، جیسے ''امت دعوت واجابت'' کہا جا رہا ہے۔''امت دعوت'' سے مراد بہتر (۷۲) فرقہائے باطلہ ہیں۔اور ''امت اجابت'' سے مراد فرقۂ ناجیہ، جماعت اہل سنت ہے، فرقۂ ناجیہ جنت میں جائے گا، اور فرقہائے باطلہ بہتر وہ سب کے سب جہنم میں جائیں گے، اور جہنم کی ابدی سزا میں گرفتار رہیں گے۔اور امتی سے ''امت دعوت'' مراد لینا اور ''امت دعوت'' سے مراد وہ کہ جنہیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت الی الحق فرمائی۔تو اس میں ناجیہ وضالہ سب داخل ہیں بلکہ عالم کی ہر شئ اس میں داخل ہے، تو اس صورت میں امتی سے ''امت دعوت'' مراد لینا درست وصحیح ہے۔اس معنیٰ کر کے ''امت دعوت'' کا فرد فرقۂ ناجیہ بھی ہے، جس کے لئے جنت بنائی گئی ہے۔''اُعِدَّتۡ لِلۡمُتَّقِيۡن''(آل عمران ، ایت: ۱۳۳) اور بہتر فرقِ باطلہ وہ سب بھی ہیں کہ جن کے لئے جہنم تیار کی گئی ہے ''اُعِدَّتۡ لِلۡكَا فِرِيۡنَ''۔

اوراگر عالم ارواح کے اقرار و تصدیق کے اعتبار سے امتی سے ''امت اجابت'' مراد لیا جائے، جب بھی کچھ حرج نہیں کہ سب نے عالم ارواح میں رب تعالیٰ کی ربوبیت اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت ونبوت کا اقرار وتصدیق کیا تھا۔تو اس اعتبار سے سب ''امت اجابت'' میں داخل تھے۔اور یہاں عالم مادیات میں دنیا میں آنے کے بعد جو اپنے اقرار وتصدیق پر قائم رہے، وہی صرف ''امت اجابت'' سے ہیں اور ''امت اجابت'' میں باقی رہے۔باقی فرقِ ضالہ مبتدعہ مرتدہ ''امت اجابت'' سے نکل کر ''امت دعوت'' میں داخل ہو گئے یا داخل رہے کہ وہ بھی رسول پاک صلی اللہ عیہ وسلم کی دعوت الی الحق کے افراد سے ہیں اور اپنے اقرار وتصدیق سے پھر گئے اور مکر گئے۔غالبًا یہی وجہ ہے کہ امت کی تقسیم ''امت دعوت وامت اجابت'' کی جانب کی جاتی ہے۔''الاجـــابة'' باب افعال کا مصدر ہے جس کے معنیٰ جواب دینے کے آتے ہیں، اب جس نے رسول پاک کی دعوت پر لبیک کہا اور رسول پاک کو اللہ کا سچا اور آخری

رسول و نبی تسلیم کیا اور سارے ضروریات دین کی تصدیق کیا اور اس کا منافی نہیں پایا گیا تو وہ امت اجابت سے ہوا اور وہ امت اجابت سے ہے۔ اور جس نے رسول پاک کی دعوت الی الحق پر لبیک نہیں کہا اور رسول پاک کو اللہ کا سچا اور آخری رسول و نبی تسلیم نہیں کیا اور سارے ضروریات دینیہ کی تصدیق نہیں کیا یا کسی ایک ہی ضروریۂ دینی کا ردوانکار کیا یا منافیٔ تصدیقات ضروریات دینیہ پایا گیا تو وہ امت اجابت سے نہ ہوا یا امت اجابت سے نہ رہا وہ امت دعوت میں داخل ہو گیا یا وہ امت دعوت سے ہے۔ اور ضروریات دین کا کیا مطلب ہے اس کا معنیٰ و مطلب ہم نے سوال نمبر ۳ کے جواب میں اجمالاً ذکر کر دیا ہے۔ اپنے بعض لوگوں نے اس کی قدرے تفصیل یوں تحریر کی ہے کہ:

''ضروریات دین سے وہ دینی باتیں مراد ہیں جن کا دین سے ہونا ایسا قطعی یقینی دلیل سے ثابت ہو جس میں ذرّہ برابر شبہ نہ ہو اور انکا دینی بات ہونا ہر خاص و عام کو معلوم ہو۔ جیسے اللہ عزوجل کی وحدانیت، انبیائے کرام کی نبوت، جنت و نار، حشر و نشر وغیرہ، مثلاً یہ اعتقاد کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں، آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوسکتا۔ خواص سے مراد علما ہیں اور عوام سے مراد وہ لوگ ہیں جو عالم نہیں مگر علما کی صحبت میں رہے ہیں اور مسائل علمیہ سے ذوق رکھتے ہوں نہ کہ وہ لوگ جو کوردہ اور جنگل اور پہاڑوں کے رہنے والے ہوں۔ جو کلمہ بھی صحیح نہیں پڑھ سکتے، ایسے لوگوں کا کسی ضروری دینی امر سے ناواقف ہونا اس ضروری کو غیر ضروری نہ کر دیگا'' انتھیٰ۔ (بہار شریعت، اول، ص:۱۷۲)

اور ہم نے جو اجمالاً ذکر کیا ہے، وہ اس تفصیل کے منافی نہیں، بلکہ اسی اجمال کی یہ تفصیل ہے، جس میں جزا و سزا، مومنین کا جنت میں جانا، کفار و مشرکین کا جھنم میں جانا، یہ سب بھی اسی اجمال میں داخل ہیں۔ اور یہاں یہ بھی ذکر کرنا مناسب ہے کہ ایمان و اسلام کا ایک ہی معنیٰ ہے، یا دونوں میں کچھ تفاوت ہے؟ تو کبھی ایمان و اسلام کا ایک ہی مفہوم و معنیٰ مراد ہوتا ہے، جب اسلام کے معنیٰ و مفہوم سے مراد اطاعت باطنی وانقیاد باطنی وتصدیق قلبی ہو تو دونوں ایک ہی ہیں کما فی العقائد و شرح العقائد

"الایمان والاسلام واحد" (شرح عقائد ص:۱۳۲)اس تقدیر پر دونوں میں تساوی کی نسبت ہوگی ،دونوں کلیان متساویان ہیں۔ اور جب اسلام کا معنیٰ انقیاد ظاہری اور اطاعت ظاہری ہو، اور ایسا ہے کہ کبھی اسلام کا معنیٰ ومفہوم انقیاد ظاہری اور اطاعت ظاہری ہوتا ہے کما قال تعالیٰ شانہ: "وَقَالَتِ الۡاَعۡرَابُ اٰمَنَّا قُلۡ لَّمۡ تُؤۡمِنُوۡا وَلٰکِنۡ قُوۡلُوۡا اَسۡلَمۡنَا" (الحجرات ، آیت: ١٤) تو اس تقدیر پر دونوں میں عموم خصوص من وجہ کی نسبت ہوگی کہ: دو مادے افتراق کے ہوں گے اور ایک مادہ اجتماع کا ہوگا۔ مثلاً وہ سنی صحیح العقیدہ مومن جو پابند صوم وصلوٰۃ بھی ہو وہ مومن ومسلم دونوں ہے۔ اور وہ مومن جو پابند صوم وصلوٰۃ نہیں ہے، وہ مومن تو ہے لیکن مسلم نہیں ، کہ اطاعت ظاہری نہیں رکھتا ہے۔ اور وہ جو اطاعت ظاہری تو رکھتا ہے کہ نماز وروزہ وغیرہ کا پابند ہے لیکن مومن نہیں کہ تصدیق قلبی اور اطاعت باطنی نہیں رکھتا کیوں کہ منافئ تصدیق وایمان کا مرتکب ہے کہ سارے ضروریات دین پر ایمان نہیں رکھتا اگر چہ وہ مدعیٔ تصدیق وایمان ہے،تو ایمان واسلام میں تفاوت کی وجہ سے تین مادے ہوئے۔

مادۂ اول اجتماع کا اور بقیہ دونوں مادے، افتراق کے ہیں۔ اسی اعتبار سے فرقِ ضالہ مبتدعہ کو اسلامی فرقوں میں شمار کیا جاتا ہے اور اسلامی فرقے کہا جاتا ہے نہ کہ انھیں ایمانی فرقہ کہا جاتا ہے، اگر چہ وہ اپنے آپ کو ایمانی فرقہ وایمانی جماعت کہیں کیوں کہ منافئ ایمان کے ہوتے ہوئے ایمان کا وجود وتحقق نہیں ہوسکتا۔ کما قیل فیما سبق فتذکر وتدبر وھٰذا کلہ ما ظھر عندی والعلم عند ربی وھو تعالیٰ اعلم وعلمہ تعالیٰ جل مجدہ اتم واحکم

الفقیر شبیر حسن رضوی غفرلہ القدیر القوی

کتبہ

۲۸ رربیع النور شریف ۱۴۳۲ھ بروز پنجشنبہ مبارکہ

چند اہم سوالات اوران کے جوابات

۹۲/۸۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسائل ذیل میں کہ:

(۱) مشہور ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقہ میں دنیا پیدا کی گئی یہ بات کہاں تک صحیح ہے؟

(۲) حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نور ہیں۔ یہ کس حدیث یا کس آیت سے ثابت ہے؟

(۳) چین دار گھڑی پہن کر نماز پڑھنا کیسا ہے اور خارج نماز اس کا پہننا کیسا ہے؟

(۴) چاروں اماموں سے ایک کی اقتدا کیوں لازم ہے اور چاروں کی کیوں جائز نہیں جبکہ چاروں حق پر ہیں؟

(۵) انگوٹھے چومنے کا رواج کیسا ہے؟

(۶) ابن عبدالوہاب نجدی کیسا شخص ہے، اس کی کون سی باتیں قابل گرفت ہیں؟

(۷) مشہور ہے کہ حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اس وقت بھی نبی تھے جب کہ حضرت آدم علیہ السلام دنیا میں تشریف نہ لائے تھے کیا یہ حدیث سے ثابت ہے؟

(۸) بدعت کسے کہتے ہیں اور اس کی کتنی قسمیں ہیں؟

(۹) وسیلہ کی کتنی قسمیں ہیں اور کون سا وسیلہ جائز ہے؟

(۱۰) اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کس کتاب میں کبرائے وہابیہ پر حکم کفر نافذ فرمایا اور کن علمائے حرمین طیبین کی اس پر تصدیقات ہیں؟

(۱۱) الدولۃ المکیۃ میں کیا مضامین ہیں؟

ان سب سوالوں کے جوابات تحقیق کے ساتھ عنایت فرمائیں اور شکریہ کا موقع دیں۔ فقط

المستفتی: قیصر رضا، تمونیات السعودی

الجواب

بعون الملك الوهاب اللهم هداية الحق و الصواب

(۱) ہاں بلاشبہ حضور سید کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقہ میں ساری کائنات، ساری دنیا بنائی گئی، مشہور ہی نہیں بلکہ نفس الامر میں یہی ہے کہ اگر حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف نہ لاتے تو کچھ نہ ہوتا اس مضمون کی احادیث کریمہ بہت ہیں: امام دیلمی نے مرفوعاً روایت کیا: "أتانی جبرائیل فقال ان الله یقول لولاك ما خلقت الجنة و لولاك ما خلقت النار" (مسند الفردوس للدیلمی بحوالۂ جامع الاحادیث، ج:۴،ص:۳۴۰) **اور ابن عساکر نے حضرت سلمان فارسی سے روایت کیا:** "لولاك ما خلقت الدنیا" هكذا فی المواهب اللدنیه (المواہب اللدنیہ، المقصد الاول، ج:۱،ص:۷۰ بحوالۂ فتاوی رضویہ، ج:۳۰،ص:٦٦٧) **اور بعض روایتوں میں یوں مذکور ہوا:** "خلقت الخلق لاعرفهم كرامتك و منزلتك عندی و لولاك ما خلقت الدنیا" (تاریخ دمشق لابن عساکر بحوالۂ جامع الاحادیث، ج:۴،ص:۳۴۰) **یعنی اللہ تعالیٰ اپنے محبوب دانائے غیوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فرماتا ہے کہ: میں نے تمام مخلوق اس لئے بنائی کہ تمہاری عزت اور تمہارا مرتبہ جو میری بارگاہ میں ہے ان پر ظاہر کروں، اگر تم نہ ہوتے تو میں دنیا کو نہ بناتا۔ اور دنیا اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کے علاوہ سب کو کہتے ہیں لہٰذا بلاشبہ تمام جہان حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقہ میں بنایا گیا یہ عقل ونقل روایت و درایت سب کے موافق ومطابق ہے۔**

ع

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو

جان ہیں وہ جہان کی جان ہے تو جہان ہے

واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) بلاشبہ حضور منور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نور ہیں اور ان کا نور ہونا بشریت کے منافی نہیں ارشاد ربانی ہے: "قد جاء كم من الله نور و كتاب مبين" (المائدة، آیت:

۱۵) اوراس مضمون کی روایات بھی بکثرت ہیں۔اوررسول کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے حق میں اپنے لیے دعا بھی فرمائی:"اللھم اجعلنی نورا" (مسلم شریف،ج:۱، باب: صلوٰۃ النبی و دعائه باللیل،ص:۲۶۱) جو حضورنور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نور ہونے پر سندو دلیل ہے کہ نبی کی دعا رد نہیں ہوتی۔قال العلامة القسطلانی فی المواھب اللدنیة: "و لم یکن له صلی الله علیه وسلم ظل فی الشمس و لا قمر رواه الترمذی الحکیم عن ذکوان و قال ابن سبع کان صلی الله علیه وسلم نورا فکان اذا مشی فی الشمس او القمر لایظهر له ظل، قال غیره و یشهد له قوله صلی الله علیه وسلم فی دعائه اللهم اجعلنی نورا انتهی"۔

(المواہب اللدنیہ،المقصد الثالث،ج:۲،ص:۳۰۷بحوالۂ فتاوی رضویہ،ج:۳۰،ص:۷۰۰)

روئے زمین پر حضورنور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جسم اطہر کے سایے نہیں پڑتے تھے جوان کی نورانیت کی قاطع دلیل جلیل ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) چین دار گھڑی پہن کرنماز پڑھنا، پڑھانا مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہےاور خارج نماز چین کا استعمال کرنا ممنوع ہے اور ہر وہ چیز جو ممنوع ہو اس کو پہن کرنماز پڑھنا مکروہ ہے۔اس کے مکروہ ہونے کی بہت سی علتیں ہیں۔ایک تو عورتوں کی چوڑیوں سے مشابہت ہے۔"و من تشبه بقوم فهو منهم" (ابوداؤدشریف،ج:۲،باب:فی لبس الشهرة،ص:۱۶) اوردوسری وجہ ہے کہ لوہا،تانبا، جستہ،پیتل وغیرہ کا ایک چھلہ پہننا مکروہ ہےتو اتنا بڑا چین پوری کلائی میں کیوں کر جائز ہوسکتا ہے۔واللہ اعلم

(۴) ہاں ایک ہی امام کی تقلید واجب ہے۔ایسا جائز نہیں کہ بعض مسائل میں امام الائمہ سراج الامہ سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اقتدا و پیروی کی جائے اور بعض مسائل میں حضرت سیدنا امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اقتدا و پیروی کی جائے۔ایسا اگر ہوتو پھر دین و مذہب تماشہ وکھلواڑ ہوکر رہ جائے گا،جس حکم کو اپنے حق میں جس نے آسان سمجھا وہ اُسی پرعمل کرے گا۔مظنون مجتہد خود مجتہد کے حق میں واجب العمل ہےاور مقلد کے حق

میں اپنے مجتہد کا قول وفتویٰ واجب العمل ہے، کما فی مسلم الثبوت۔شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی اپنی کتاب ''الانصاف'' میں لکھتے ہیں:''بعد المأتین ظهر بينهم التمذهب للمجتهدين باعيانهم''یعنی دوصدی ہجری کے بعد خاص ایک مجتہد کی پیروی مسلمانوں میں رائج ہوئی،اورکم ہی کوئی شخص تھا جوامام معین کی پیروی نہ کرتا ہو۔اوریہی واجب ہے اس زمانے میں۔(الانصاف فی بیان سبب الاختلاف، مطبع مکتبہ ایشیق،ص:۱۹)طحطاویہ حاشیہ درمختار میں ہے:''هذه الفرقة الناجية قد اجتمعت اليوم فی مذاهب اربعة وهم الحنفيون و المالكيون و الشافعيون و الحنبليون رحمهم الله تعالیٰ ومن كان خارجاً عن هذه الاربعة فی هذا الزمان فهو من اهل البدعة و النار'' (حاشیہ طحطاویہ علی الدرالمختار، کتاب الذبائح، ج:۴،ص:۱۵۳)یعنی اب اہل سنت کا گروہ انہیں چاروں کی پیروی میں منحصر ہوگیا ہے جوان چار سے باہر ہے وہ بدعتی ،جہنمی ہے۔امام شعرانی نے ''میزان شریعت کبریٰ'' میں امام غزالی وامام الحرمین وغیرہ ائمہ کا قول یوں نقل کیا ہے:''و قالوا لتلامذتهم يجب عليكم التقيد لمذهب امامكم و لا عذر لكم عند الله تعالیٰ فی العدول عنه'' (میزان الشریعۃ الکبریٰ،فصل ومما یؤید ھٰذا المیزان، السادس،ص:۱۰۴،مبارک پور)یعنی ان سب اماموں نے اپنے شاگردوں سے فرمایا: کہ تم پر خاص اپنے امام کے مذہب کا پابند رہنا واجب ہے،اگران کے مذہب کوچھوڑا تو خدا کے حضور تمہارے لیے کوئی عذر نہ ہوگا۔لہٰذا جب ان اجلۂ اولیا واتقیا واصفیا نے ایک ہی امام کی تقلید وپیروی فرمائی اوراپنے شاگردوں کواورآنے والی نسلوں کوحکم دیا کہ وہ ایک ہی امام کی تقلید کریں تو اب ہم ناقص عقل وفہم والوں کے لیے واجب وضروری ہے کہ انہیں کے طوروطریقہ مستقیم کواپنائیں اوراس سے انحراف نہ کریں کہ وہ حضرات عالیہ بہت بلند عقل وفہم وفراست رکھنے والے ہیں۔واللہ تعالیٰ اعلم

(۵)انگوٹھا چومنا نام اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر جائز ومستحسن ومستحب وباعث برکت واجروثواب ہے۔مؤذن اذان پڑھ رہے تھےاور جب نام اقدس حضور انور صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم کا آیا تو خلیفۂ اول سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ نے نام اقدس کو سن کر دونوں انگوٹھوں کو چوم کر آنکھوں سے لگایا، حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نگاہ مبارک حضرت سیدنا صدیق اکبر کے اس فعل اور اس طور وطریقہ پر پڑی تو حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خوش ہو کر فرمایا: "من فعل مثل ما فعل خلیلی فقد حلت علیه شفاعتی" (المقاصد الحسنۃ، رقم: ۱۰۲۱، ص: ۳۸۴، بحوالہ جامع الاحادیث ج ا، ص: ۴۳۷) یعنی جس مومن و مسلم نے ایسا کیا جیسا میرے اس خلیل و دوست نے کیا، اس کے لیے میری شفاعت حلال و واجب ہوگئی۔ یہ حدیث امام دیلمی نے مسند الفردوس میں ذکر کیا ان شئت فلترجع الیه لہٰذا قطعاً یہ فعل محمود و مستحسن و مستحب و باعث برکت و اجر و ثواب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۶) ابن عبدالوہاب نجدی گمراہ، بددین، ضال و مضل، کفریات لزومیہ کا مرتکب، تقلید کو شرک و بدعت بتانے والا اور مقلدین کو مشرک جاننے والا شخص ہے۔ اس کی کتاب ''کتاب التوحید'' کا مطالعہ کیجیے۔ توحید کے پردہ میں اولیا و انبیا کی شان اقدس میں سخت و شنیع کلمات استعمال کرنے والا ہے۔ اسی کتاب التوحید کا مولوی اسمٰعیل دہلوی نے ترجمہ کر کے ہمارے ہندوستان میں گمراہی اور غیر مقلدیت پھیلائی ہے اور ۱۲۳۳ھ میں غیر مقلدین کا نیا مذہب معرض وجود میں آیا ہے ورنہ ہمارے ہندوستان میں اس سے پہلے سب سنی صحیح العقیدہ مقلد مسلمان تھے۔ و الله تعالیٰ اعلم

(۷) صرف مشہور ہی نہیں بلکہ حدیث مبارک سے ثابت ہے کہ ہمارے نبی، نبی الانبیا ہیں اور اس وقت بھی نبی تھے کہ حضرت آدم علیٰ نبینا و علیہ الصلاۃ والسلام دنیا میں جلوہ گر نہ ہوئے تھے۔ حدیث شریف کے کلمات مبارکہ یہ ہیں: "کنتُ نبیاً و آدم لمنجدل بین الماء و الطین" (المستدرک للحاکم، کتاب الایمان ج: ۲، ص: ۶۰۹، المواہب اللدنیہ، ج: ا، ص: ۶۳) اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: کہ میں اس وقت بھی نبی تھا جب آدم علیہ السلام آب و گل کی منزل میں تھے کہ تشریف آوری نہ ہوئی تھی۔ یہ حدیث

خصائص کبریٰ میں منقول ہے ان شئت فلترجع الیھا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۸) بدعت لغۃً ہر اس شئ کو کہتے ہیں جس کی کوئی مثال سبق نہ ہو۔ اور شرع مطہر میں بدعت کہتے ہیں ہر اس نئی شئ کو جو عہد رسالت میں نہ رہی ہو بعد میں اس کا احداث اور اس کی ایجاد ہوئی ہو۔ قال النووی: "البدعۃ کل شئ عمل علیٰ غیر مثال سبق و فی الشرع احداث ما لم یکن فی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و قولہ کل بدعۃ ضلالۃ عام مخصوص" (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ، ج:۱، ص:۲۱۶) اور بدعت کی دو قسمیں ہیں: (۱) بدعت حسنہ (۲) بدعت سیئہ۔ بدعت حسنہ کی مثال: جیسے تراویح کی جماعت کا انعقاد خلیفۂ ثانی سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور اقدس سے ہوا اور ایک قاری کے پیچھے جماعت کا انعقاد فرما کر فرمایا: "نعم البدعۃ ھذہ" کما فی البخاری (بخاری شریف، ج:۱، باب قیام رمضان، ص:۲۶۹) اور دوسری حدیث میں ارشاد ہے: "من سن فی الاسلام سنۃ حسنۃ فلہ اجرھا و اجر من عمل بھا" (مسلم شریف، ج:۲، باب: من سن سنۃ حسنۃ او سیئۃ، ص:۳۴۱، ابن ماجہ شریف، ج:۱، ص:۴۷، مشکوٰۃ شریف، ص:۳۳) اس حدیث مبارک نے تو زعم وہابیہ کو باطل و عاطل کر دیا اور قیامت تک اجازت دے دی کہ اسلام میں اچھا طریقہ، اچھا رواج، اچھا فعل و عمل کیا جا سکتا ہے اور نکالا جا سکتا ہے۔ اور طریقہ جس کے نکالنے والے کو اجر و ثواب کی بشارت بھی ہے۔ لاجرم "کل بدعۃ ضلالۃ" (مسلم شریف، ج:۱، کتاب الجمعۃ، ص:۲۸۴، مشکوٰۃ شریف، ص:۲۷) عام مخصوص ہے "کل بدعۃ سیئۃ ضلالۃ" یعنی بدعت کی صفت سیئہ محذوف ہے ورنہ احادیث میں تعارض و تدافع و تناقض لازم آئے گا اور دفع تناقض حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم نے "نعم البدعۃ ھذہ" کہہ کر فرما دیا بلکہ حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود من سن فی الاسلام الیٰ آخرہ سے تناقض کو دفع فرما دیا اور "کل بدعۃ ضلالۃ" کی مراد بتا دیا کہ ہر بدعت گمراہی نہیں ہوتی کچھ بدعتیں اچھی بھی ہوتی ہیں اور بدعت سیئہ کی مثال: مذہب غیر مقلدین ہے کہ دو صدی ہجری سے سارے اولیا، اتقیا، اصفیا

تقلید کرتے آئے ہیں اور ابن تیمیہ، ابن عبدالوہاب نجدی، اسمٰعیل دہلوی وغیرہم نے تقلید کو شرک و بدعت بتا کر نئے مذہب غیر مقلدین کو جنم دیا۔ واللہ اعلم

(۹) **وسیلہ کی اصل** "و ابتغوا الیه الوسیلة" (المائدة، آیت: ۳۵) ہے کہ اللہ جل شانہ تک پہنچنے کے لیے اور اس کی معرفت حاصل کرنے اور اس سے تقرب و نزدیکی حاصل کرنے کے لیے وسیلہ ڈھونڈھو۔ وسیلہ "ما یتوصل به" کو کہتے ہیں یعنی ہر وہ شئ جس کے ذریعہ خدا تک رسائی اور جس کے ذریعہ خدا تک وصول اور اس کا قرب حاصل ہو سکے۔ لہٰذا وسیلہ بالاعمال بھی جائز ہے کہ اعمال صالحہ کو خدا کے قرب کا وسیلہ بنایا جا سکتا ہے۔ اعمال کو وسیلہ بنانے کا معترف و مقر وہابی دیوبندی بھی ہے اور وسیلہ بالذوات بھی جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں اور اس کے مقربین کو بھی اس تک وصول کے لیے اور اس کا تقرب حاصل کرنے کے لیے وسیلہ بنایا جا سکتا ہے۔ لہٰذا وسیلہ کی دو قسمیں ہیں: (۱) وسیلہ بالاعمال (۲) وسیلہ بالذوات۔ وسیلہ بالاعمال کے جواز پر بخاری شریف کی حدیث غار دال ہے اور وسیلہ بالذوات کے جواز پر بھی بخاری شریف کی حدیث دال ہے حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ عرض کرتے ہیں: ''اے اللہ! اے ہمارے رب! ہم تیری بارگاہ میں دفع بلاء قحط کے لیے تیرے محبوب نبی اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو وسیلہ بناتے تھے تو ہم پر بارش فرما دیا کرتا تھا اور اب تیرے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چچا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دفع بلاء و دفع قحط و حصول بارش کے لیے وسیلہ بناتے ہیں: تو تو ہم پر بارش نازل فرما''۔ تو بارش ہو جایا کرتی تھی، کلمات حدیث یہ ہیں:

"اللهم انا کنا نتوسل الیك بنبیك فتسقینا و انا نتوسل الیك بعم نبینا فاسقنا"

(بخاری شریف، ج:۱، باب الاستسقاء، ص:۱۳۷) وسیلہ کی دو قسمیں ہیں دونوں جائز و مستحسن و مستحب ہیں۔ یہ کیا انصاف ہے کہ اعمال کی قبولیت میں شک و شبہ کے ہوتے ہوئے اسے جائز مانا جائے اور اللہ کے محبوب بندوں اولیا، اتقیا، اصفیا مقبولان بارگاہ خداوندی کے ہوتے ہوئے ان سے توسل کو ناجائز قرار دیا جائے، یہ دین و دیانت دونوں کے

خلاف ہے۔ ہمارے نبی، نبی الانبیا وسیلۂ کائنات ہیں۔(صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اسی لیے بلا ان کے وسیلہ کے کچھ نہیں ملتا اور نہ بغیر ان کے توسل کے کچھ مل سکتا ہے، حضور وسیلۂ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اسمائے صفاتیہ سے ایک اسم پاک صاحب الوسیلہ بھی ہے، وہی قاسم نعمت ہیں، حدیث بخاری ہے:"انما انا قاسم و الله یعطی" (بخاری شریف، ج:۱، باب: من یرد اللہ بہ خیرا یفقھہ فی الدین، ص:۱۶) میں ہی بانٹنا اور تقسیم کرتا ہوں اور رب تعالیٰ عطا فرماتا اور دیتا ہے، یہاں حدیث میں کسی شئ کی کچھ تخصیص نہیں یعنی اللہ تعالیٰ سب کچھ دیتا ہے اور میں ہی سب کچھ تقسیم کرتا ہوں۔ شعر

رب ہے معطی یہ ہیں قاسم دیتا وہ ہے دلاتے یہ ہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم

(۱۰) فتاوی الحرمین وحسام الحرمین میں کبرائے وہابیہ و دیابنہ اشرفعلی تھانوی، رشید احمد گنگوہی، قاسم نانوتوی، خلیل احمد انبیٹھوی وغلام احمد قادیانی پر حکم کفران کی گستاخیوں اور توہین خدا وتوہین رسول جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سبب دیا گیا اور ان کی تکفیر فرمائی گئی اور یہ بھی فرمایا کہ جو ان کے عقائد باطلہ ونظریات فاسدہ کو جانتے ہوئے ان کے کفر وعذاب میں شک وشبہ کرے وہ بھی کافر ہے۔"من شك فی کفرہ و عذابہ فقد کفر" (ردالمحتار، ج:۶، ص:۳۷۰) مصدقین علمائے حرمین شریفین بہت ہیں ان میں سے کچھ کے اسماء یہ ہیں: حضرت مولانا شیخ صالح کمال، حضرت مولانا سید اسمٰعیل، حضرت مولانا سید خلیل، حضرت مولانا شیخ احمد ابوالخیر وحضرت مولانا عبداللہ وغیرھم رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ **واللہ تعالیٰ اعلم**

(۱۱) الدولۃ المکیہ کا پورا نام "الدولۃ المکیۃ بالمادۃ الغیبیۃ" ہے۔اس کے نام ہی سے ظاہر ہے کہ علوم غیب مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بیان واثبات میں ہے، اس کتاب مستطاب میں دلائل قاطعہ وبراہین ساطعہ سے ثابت کیا گیا ہے کہ ہمارے حضور نبی الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عالم ما کان وما یکون ہیں اور ہر شئ کا تفصیلی علم اور کائنات

کے ذرے ذرے کا علم محیط تفصیلی رب تعالیٰ نے انہیں اپنے کرم وفضل سے بخشا اور عطا فرمایا۔ یہ کتاب عربی زبان میں وہیں مکہ مبارکہ میں معمولی سے وقت میں تصنیف وتالیف فرمائی گئی، یہ کتاب دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے، اس کتاب مستطاب پر بھی علمائے حرمین طیبین زادھما اللہ شرفاً وتکریما کی تصدیقات وتقریظات لطیفہ منیفہ ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم

الفقیر شبیر حسن رضوی

کتبہ

خادم: الجامعۃ الاسلامیہ رونا ہی فیض آباد۔ یوپی

۶؍جمادی الاخریٰ ۱۴۱۹ھ

فرمان مبارک حضور امام العلما

وعظ گوئی وہدایت وارشاد وپند وموعظت ومیلاد شریف پڑھنا
محض طلب زر وجلب منفعت کے لیے
علمائے اہل سنت کے لیے جائز ودرست نہیں۔

میلاد شریف وصلوٰۃ وسلام وقیام کے دلائل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

امابعد:۔میلاد شریف ومحفل میلاد کا انعقاد اور صلوٰۃ وسلام و قیام یعنی کھڑے ہوکر سلام پڑھنا، پاک متبرک جگہوں پر خواہ وہ مسجد ہو یا مدرسہ، صاف ستھری جگہ، کسی کا مکان ہو یا دکان، ہر جگہ محبت وحسن نیت کے ساتھ جائز ومستحب و باعث برکت واجر وثواب ہے۔ان سب باتوں اوران سب چیزوں کا جائز ہونا وباعث برکت ہونا قرآن و حدیث شریف سے ثابت ہے۔ان سب چیزوں کا ناجائز کہنے والا بددین، گمراہ،شریعت مطہرہ پر افترا کرنے والا ہے۔اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کا چاہنے والا ، اللہ اوراس کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھنے والانہیں بلکہ اللہ اوراس کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے عناد وعداوت رکھنے والا ہے۔ ہمارے حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم ''نعمت اللہ'' ہیں۔قرآن عظیم نے ان کا نام ''نعمةالله '' یعنی اللہ کی نعمت رکھا ،ارشاد باری تعالیٰ: ''ان الذین بدلوا نعمة الله كفراً'' (ابراھیم ، آیت: ۲۸) کی تفسیر میں عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: ''نعمة الله محمد صلى الله علیه وسلم ''یعنی نعمت اللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔((الجامع لاحکام القرآن، ج:۱۰،ص: ۱۶۱بحوالہ فتاویٰ رضویہ، ج:۱۵،ص:۵۳۴ ، بخاری شریف ، ج:۲،ص:۵۶۶ ، باب قتل ابی جھل) لہٰذا ان کی تشریف آوری کا تذکرہ امتثال امر الٰہی ہے یعنی اللہ کے حکم کا بجالانا ہے۔ ارشاد ربانی ہے: ''واما بنعمة ربك فحدث'' (الضحیٰ ، آیت: ۱۱) یعنی اپنے رب کی نعمتوں کا خوب خوب چرچا کرو۔اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سب نعمتوں

سے اعلیٰ اور سب نعمتوں سے بڑی نعمت ہے۔ اپنے رب کے حکم سے اپنے رب تعالیٰ کی نعمتوں کا چرچا مجلس میلاد میں ہوتا ہے۔ مجلس میلاد شریف آخر وہی شیٔ تو ہے جس کا حکم اللہ رب العزت دے رہا ہے: "واما بنعمة ربك فحدث" مجلس مبارک کی حقیقت مجمع المسلمین والمؤمنین کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری اور فضائل جلیلہ، کمالات جمیلہ، محاسن عظیمہ کا ذکر سنانا ہے۔ اور قرآن مقدس میں ارشاد ہوتا ہے: "وذكرهم بايام الله" (ابراهيم، آيت: ٥) انھیں اللہ کے دن یاد دلاؤ۔ دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے: "قل بفضل الله وبرحمته فبذلك فليفرحوا" (يونس، آيت: ٥٨) تم حکم دو کہ اللہ کے فضل اور اللہ کی رحمت کی خوشی منائیں۔ اور ارشاد ہوتا ہے: "لتؤمنوا بالله ورسوله وتعزروه وتوقروه" (الفتح، آيت: ٩) تاکہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم و توقیر کرو اور میلاد پاک کے بعد قیام کرنا اور صلوٰۃ و سلام پڑھنا یہ بھی رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر کرنا ہے اور اللہ تعالیٰ کے حکم پاک: "وتعزروه وتوقروه" پر عمل کرنا ہے لہٰذا یہ سب اعمال و افعال اور یہ سب طور و طریقے جائز و مستحسن ہیں اور باعث اجر و ثواب ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ قرآن عظیم میں ارشاد فرماتا ہے: "ان الله وملٓئكته يصلون على النبى يا ايها الذين اٰمنوا صلوا عليه وسلموا تسليما" (الاحزاب، آيت: ٥٦) یعنی بے شک اللہ اور اس کے فرشتے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے ہیں، اے ایمان والو! تم بھی ان پر یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود اور خوب سلام بھیجو اور درود و سلام خوب پڑھو۔ تو دیکھو اللہ تعالیٰ خود اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اور تمام اہل ایمان کو اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنے اور خوب سلام پڑھنے کا حکم دیتا ہے۔ یہ کتنا مبارک عمل و فعل ہے کہ اللہ تعالیٰ خود کرتا ہے اور ہم مسلمانوں کو اس کے کرنے کا حکم دیتا ہے۔ اتنے مبارک فعل (کام) سے روکنا اور اس سے منع کرنا کسی صاحب ایمان کا کام نہیں ہوسکتا ہے۔ آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے کسی وقت کی اور کسی جگہ کی اور کسی کیفیت کی تعیین نہیں فرمائی ہے، یعنی اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا ہے کہ کس

وقت درود وسلام بھیجو اور کس جگہ درود وسلام بھیجو اور کیسے بھیجو، کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر یا لیٹ کر، یہ سب ذکر نہیں فرمایا ہے، صرف حکم دیا ہے کہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام بھیجو، مطلقاً حکم دیا ہے۔ لہٰذا مسجد میں، مدرسہ میں، دکان میں، مکان میں، صاف و پاک ستھری جگہوں پر کھڑے ہو کر، بیٹھ کر، لیٹ کر جیسے بھی رحمت عالم، نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام پڑھا جائے، درود وسلام بھیجا جائے عقیدت ومحبت کے ساتھ، سب جائز ہے۔ کھڑے ہو کر اس لئے سلام پڑھا جاتا ہے کہ کھڑے ہو کر درود وسلام پڑھنے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیادہ تعظیم وتوقیر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کی تعظیم وتوقیر کا حکم دیا ہے لہٰذا جس میں تعظیم وتوقیر زیادہ ہو وہی طریقہ بجالانا چاہئے۔

دوسری بات یہ کہ شریعت کا قاعدہ وضابطہ ہے کہ اصل تمام چیزوں میں اباحت وجواز ہے یعنی جس چیز سے اللہ اور اس کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے منع نہیں فرمایا ہے وہ چیز، وہ عمل، وہ فعل، وہ کام جائز ہے۔ اصول کی کتابوں میں ہے: "الاصل فی الاشیاء الاباحة" (الاشباہ والنظائر، ج:۱، الفن الاول، القاعدة الثالثة، ص:۲۰۹، بہار شریعت، ح:۱۹، ص:۱۷۱۔ قاعدہ نمبر ۱۰) تو جب اللہ اور اس کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے میلاد پاک پڑھنے سے یونہی صلوٰۃ وسلام کھڑے ہو کر پڑھنے سے مسجد یا مدرسہ میں یا کسی دوکان ومکان میں ان اعمال حسنہ وصالحہ سے منع نہیں فرمایا ہے تو بلاشبہ اس دلیل شرعی سے یہ سب اعمال وافعال اور یہ سب امور جائز ومباح ہیں اور حسن نیت کے ساتھ مستحب ومستحسن وباعث برکت واجر وثواب ہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے تو ان سب کاموں کے کرنے کا حکم دیا ہے لہٰذا ان سب کاموں کو کرنا اور بجالانا اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کرنا ہے اور جو بندۂ مومن اللہ اور اس کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر عمل کرے وہ مستحق ثواب ہوتا ہے اور ثواب پاتا ہے۔

یہ مختصر کلمات جو تحریر کردئے گئے عاقل، منصف مزاج ہوش مند کے لئے کافی ووافی ہیں اور گمراہ بددین کے لئے یہ کیا ایک دفتر بھی ناکافی ہے۔

امام احمد رضا بحیثیت منطقی و فلسفی

یوں تو اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کی ذات گرامی محتاج تعارف نہیں۔ دنیائے سنیت کا گوشہ گوشہ ان کے علم وعرفان سے روشن ومنور ہے۔ مجھے منطقی و فلسفی حیثیت سے فاضل موصوف علیہ الرحمہ کا اجمالی تعارف کرانا ہے۔ ویسے میری بساط ہی کیا کہ حضور مجدد مائۃ حاضرہ کا تعارف کراؤں، اس لیے کہ تعارف وتعریف فرع ہے معرفت کی! تو جب تک یہ نہ معلوم ہو جائے کہ فاضل موصوف کا منطق وفلسفہ میں کیا مقام ہے؟ تو کماحقہ تعارف کیسے کوئی کرا سکتا ہے؟ پھر میری ہی بات نہیں، بڑے بڑوں نے مجدد مائۃ حاضرہ کے جلالت علمی کا لوہا تسلیم کیا ہے اور یہ بے ساختہ کہہ پڑے ہیں کہ سچ فرمایا فاضل بریلوی نے: ع

جس سمت آگیے ہو سکے بٹھا دیے ہیں

انہیں جس حیثیت سے بھی دیکھا جائے وہ اپنا ایک مقام رکھتے ہیں، تصوف کی حیثیت سے ان کی ذات گرامی پر نظر ڈالی جائے تو گروہ صوفیا کے امام نظر آرہے ہیں، مفسر کی حیثیت سے دیکھا جائے تو تفسیر میں ایک اعلیٰ مقام رکھتے ہیں، حدیث داں کی حیثیت سے نظر ڈالئے محدث اعظم نظر آرہے ہیں، فقہی حیثیت سے دیکھئے تو اپنے زمانے کے امام اعظم نظر آرہے ہیں، یہاں تک کہ علمانے فرمایا کہ: ''اگر اعلیٰ حضرت رضی المولیٰ تعالیٰ عنہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی المولیٰ تعالیٰ عنہ کے زمانۂ اطہر میں ہوتے تو ان کے صاحبان کرام میں ہوتے''، نحوی وصرفی حیثیت سے حضرت موصوف گرامی کو دیکھا جائے تو امام النحو والصرف نظر آرہے ہیں کہ سیبویہ بھی فاضل موصوف کے عہد مبارک میں ہوتا تو موصوف گرامی کی شاگردی کا شرف حاصل کرتا، شعر وشاعری کی حیثیت سے

دیکھئے تو نعت گوئی میں حسان الوقت نظر آرہے ہیں اور بڑے بڑے صوفیہ و مناطقہ و فلاسفہ آپ کے اشعارِ نعت کے مطالب سمجھنے سے قاصر ہیں۔ نیز خوبی یہ کہ سارے علوم آپ کی شاعری میں مضمر ہیں، علم ریاضی کی حیثیت سے فاضل موصوف کی ذات گرامی پر نظر ڈالی جاتی ہے تو اقلیدس بھی محو حیرت بن جائے، اور ریاضی کے بہت سے اصول موضوعہ کو باطل فرمادیا، اور بہت سے علوم ایسے ہیں جنہیں فاضل موصوف نے نئے سرے سے خود وضع فرمایا اور ان علوم میں مرتبۂ ایجاد پر فائز تھے۔ کیوں نہ ہوا ایسا! جب کہ علامۂ زمن، قطب وقت حضرت والدگرامی مولانا نقی علی خاں صاحب علیہ الرحمہ نے ارشاد فرمایا تھا:

"تم اپنے علوم دینیہ کی طرف متوجہ رہو ان علوم کو خود بخود حاصل کرلو گے، مولیٰ تعالیٰ عز و جل اپنے مقبول، محبوب بندوں کے ارشاد میں برکتیں رکھتا ہے" (فتاویٰ رضویہ شریف، ج: ۲۷، رسالہ، الکلمۃ الملھمہ ص: ۳۸۴، ۳۸۵)

منطقی و فلسفی حیثیت سے فاضل موصوف کو دیکھا جائے تو امام المنطق والفلسفہ نظر آرہے ہیں کہ ارسطا طالیس و بوعلی ابن سینا وغیرہما مناطقہ آپ کے حلقۂ درس میں آکر منطق و فلسفہ کا درس سیکھیں۔ غرضیکہ حضرت موصوف گرامی کو جس حیثیت و جہت سے بھی سے دیکھا جائے وہ اس حیثیت سے امام ہی نظر آرہے ہیں، اسی لئے تو تحدیث نعمت کے طور پر فرماتے ہیں۔ ع

ملک سخن کی شاہی تم کو رضا مسلم — جس سمت آگیے ہو سکے بٹھادیے ہیں

سچ فرمایا فرمانے والوں نے: "کلام الامام امام الکلام" منطق و فلسفہ میں اس درجہ کمال حاصل تھا کہ منطق و فلسفہ ہی سے مناطقہ و فلاسفہ کے اکثر اصول مخترعہ و اصطلاحات مزخرفہ کو باطل فرمادیا۔ مناطقہ نے علم کی تعریف کی ہے: "الصورۃ الحاصلۃ من الشئ عند العقل" اس تعریف کو فاضل موصوف نے رد فرمادیا اور فرمایا کہ:

"ان سفہا نے اصل و فرع میں فرق نہ کیا اگر علم نہ ہو تو حصول صورت کیوں کر ہو" (الملفوظ

شریف، حصہ دوم، ص:۵۴)

مطلب یہ ہوا کہ علم سے حصول معلوم ہوتا ہے نہ کہ حصول صورت سے علم۔ اور جب مقسم باطل ہے تو اس جہت سے علم کا انقسام بھی تصور و تصدیق کی طرف باطل ہو گیا۔ نیز مناطقہ جہلا فن منطق میں معرف و حجت سے بحث کرتے ہیں چوں کہ اِن کے یہاں معرف و حجت منطق کا موضوع ہے اور معرف کی چار قسمیں بتاتے ہیں: (۱) حد تام (۲) حد ناقص (۳) رسم تام (۴) رسم ناقص۔ قطع نظر ان اعتراضات سے کہ حد تام وغیرہ کی تعریفیں دوری ہیں، ذاتیات و عرضیات کی تمیز بہت مشکل ہے، تحصیل حاصل لازم آتا ہے۔ اور آج تک مناطقہ حد تام کی حیوان ناطق کے سوا کوئی دوسری مثال نہ پیش کر سکے، بلکہ گڑھ نہ سکے اور انسان کی یوں تعریف کی: ''ھو حیوانٌ ناطقٌ''۔ انسان کی تعریف ملائکہ پر بھی صادق آتی ہے۔ یہ کیا ضروری ہے کہ حیوان جنس قریب اور ناطق فصل قریب ہو۔ ہوسکتا ہے کہ اس سے قریب تر کوئی دوسری جنس ہو وغیر ہا۔

اعتراض کو نظر انداز فرماتے ہوئے فاضل موصوف فرماتے ہیں کہ:

''ان سفہا نے جو انسان کی تعریف حیوان ناطق سے کی وہ بھی غلط کی۔ انسان پر حیوان ناطق کسی طرح صادق نہیں آتا، اس لئے کہ حیوان کی تعریف جسم نامی، حساس، متحرک بالارادہ سے کی اور ناطق کے معنی گڑھے، مدرک کلیات و جزئیات و مستنبط نتائج جو اصلاً زبان عرب کے مساعد نہیں، ان مناطقہ سفہا نے تو آوازوں پر حدود کا مدار رکھا۔ گھوڑا حیوان صاہل، گدھا حیوان ناہق، انسان حیوان ناطق (کلام کرنے والا) پھر مزید دوسرے معنی گڑھے مدرک کلیات و جزئیات۔ خیر یوں ہی سہی اب سوال یہ ہے کہ انسان نام بدن کا ہے یا نفس ناطقہ کا؟ اگر انسان بدن کو کہا جائے تو بدن میں قوت ادراک نہیں، اس لیے کہ ادراک و استنباط نتائج کار نفس ہے نہ کار بدن۔ اور اگر انسان نفس ناطقہ کو کہا جائے تو نفس حیوان نہیں اس لیے کہ نفس ناطقہ جسم نہیں اور نامی بھی نہیں بلکہ ان کے یہاں متحرک بھی نہیں ہے اور اگر دونوں کے مجموعہ کو انسان کہا جائے تو بقول مناطقہ نتیجہ ادون

کے تابع ہوتا ہے حیوان و لاحیوان کا مجموعہ لاحیوان ہوگا اور ناطق و لاناطق کا مجموعہ لاناطق ہوگا۔غرضیکہ انسان کی تعریف انسان پر کسی طرح صادق نہیں آتی‘‘۔(الملفوظ شریف،حصہ دوم،ص:۵۵)

اس تعریف کوغلط ثابت کرنے کے بعد حضرت موصوف گرامی فرماتے ہیں کہ:

’’انسان نام روح متعلق بالبدن کا ہےاور روح کی معرفت بغیر معرفت رب حاصل ہونہیں سکتی،اسی لیےاولیائے کرام فرماتے ہیں:’’من عرف نفسه فقد عرف ربه‘‘ (جس نے اپنے نفس کو پہچانا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا) یعنی معرفت نفس اسی وقت حاصل ہوگی جب پہلے معرفت رب ہولے،بعض جہلا زندقہ اسے اس پر حمل کرتے ہیں کہ نفس ہی رب ہے۔اور یہ کفر خالص ہے قل الروح من امر ربی نہ کہ معاذ اللہ ربی‘‘ (الملفوظ شریف،حصہ دوم،ص:۵۵) اور جو اپنی حقیقت سے جاہل ہو وہ دوسرے کی حقیقت کیا بتا سکتا ہے؟ جو اپنے آپ کو نہ جان سکے دوسرے کو کیا جان سکتا ہے؟ ع

تنت زندہ یکساں جان نہانی　　　تو از جاں زندۂ وجاں را ندانی

(تیرا پورا زندہ جسم برابر جان رکھتا ہے،تو جان سے ہی زندہ ہےاور جان کو ہی نہیں جانتا ہے)

اور علم کی تعریف موصوف گرامی نے اس طرح کی ہے کہ: ’’علم وہ نور ہے کہ جوشئ اس کے دائرہ میں آ گئی منکشف ہوگئی،اور جس سے متعلق ہوگیا اس کی صورت ہمارے ذہن میں مرتسم ہوگئی۔جب فلاسفہ ومناطقہ اپنے علم کو نہ پہچان سکے تو علم الٰہی کو کیا جانیں گے؟! حق سبحانہ وتعالیٰ ذہن وصورت وارتسام ونور عرضی سب سے پاک ومنزہ ہے۔اس کا علم حضور معلوم کا محتاج نہیں،اس کا علم حضوری وحصولی دونوں سے پاک ومنزہ ہے۔اس کا علم اس کی صفات قدیمہ قائمہ بالذات ولازمۂ نفس ذات ہے اور کم وکیف سے منزہ ہے۔وہاں چوں وچرا وچگوں کا دخل نہیں۔تو مناطقہ کا علم حق سبحانہ وتعالیٰ میں کیسا جہل تام ہے۔اسی لیے حدیث شریف میں ارشاد ہوا:’’تفکروا فی آلاء اللہ و لا تفکروا فی ذات اللہ فتھلکوا‘‘ (اللہ کی نعمتوں میں فکر کرو اور اس کی ذات میں فکر نہ کرو ورنہ

گمراہ وہلاک ہو جاؤ گے)علمِ باری میں فکر کرنا اس کی ذات میں فکر کرنا ہے، اس لیے کہ اس کی صفات کو ذات سے کسی موطن میں بھی جدائی ممکن نہیں''۔ (الملفوظ شریف، حصہ دوم، ص:۵۴)

فاضل موصوف مناطقہ کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:''حیوانات بھی ناطق ہیں بلکہ ہر شئ ناطق ہے شجر وحجر دیوار ودر سب ناطق ہیں نص ہے:''انطقنا الله الذی انطق کل شئ'' (حم السجدة ، آیت: ۲۱) اور جہلائے فلاسفہ اپنے آپ کو فلسفی کہلانے والے، حالاں کہ فلسفہ جس کا نام ہے ان سفہا کو فلسفہ سے کوئی تعلق نہیں''۔(الملفوظ شریف حصہ: چہارم ص:۷۲)

اسی لیے میں نے عرض کیا ہے کہ اگر یہ موصوف گرامی کے دور مبارک میں ہوتے تو موصوف گرامی سے منطق وفلسفہ سیکھتے۔فلاسفہ نے اپنے مزعومات باطلہ پر ایسے کمزور دلائل پیش کیے ہیں جو ہر ذی فہم پر روشن ہے کہ فلسفہ جدیدہ کو اصلاً عقل سے ربط و تعلق نہیں۔موصوف گرامی نے فلسفہ جدیدہ زمین کے رد میں ''فوز مبین در رد حرکت زمین'' نامی کتاب مستطاب تحریر فرمائی جس میں ایک سو پانچ دلائل سے حرکت زمین باطل کی اور سارے مزعومات فلسفہ جدیدہ کو غلط ثابت فرما دیا اور وہ روشن رد فرمائے کہ جن کے مطالعہ سے ہر ذی انصاف پر آفتاب سے زیادہ روشن ہو جائے گا کہ یقیناً فلسفہ کو عقل سے مس نہیں اور فلسفہ قدیمہ کے وہ دلائل جو حرکت زمین کے رد میں تھے ان دلائل کا بھی ابطال فرمایا اور فرما دیا کہ فلسفۂ جدیدہ کی طرح فلسفۂ قدیمہ بھی بازیچۂ اطفال سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔فلسفۂ قدیمہ کے رد میں الکلمة الملهمة نامی کتاب مستطاب تصنیف فرمائی جس میں فلسفۂ قدیم کے بھی ایک ایک مزعومات باطلہ کا ابطال فرمایا۔فلسفۂ قدیم کا پہلا مسئلہ جزو لایتجزی کا ابطال ہے اور جزو لایتجزی پر فلاسفہ کے اکثر مزعومات مبنی ہیں۔ جزو لایتجزی کے ابطال سے فلاسفہ کی منشا یہ ہے کہ جسم کی ہیولیٰ وصورت سے ترکیب ثابت کریں اور پھر اسی سے عالم کی قدامت ثابت کریں۔

اہل سنت و جماعت کے نزدیک ذات وصفات باری تعالیٰ کے سوا کوئی شئ قدیم نہیں، قدامت ذات باری تعالیٰ کو زیبا ہے، کائنات عالم کا ایک ایک فرد حادث مخرج من العدم ہے۔ جزولایتجزی فاضل موصوف کے نزدیک باطل نہیں۔

موصوف الکلمۃ الملھمہ کے اکتیسویں مقام کے موقف اول میں فرماتے ہیں:

''ہمارے نزدیک جزولایتجزی باطل نہیں'' (فتاویٰ رضویہ شریف، ج: ۲۷، الکلمۃ الملھمہ، ص: ۵۳۵، مقام سی ویکم) موصوف گرامی نے فلاسفہ کے دلائل ابطال کا ابطال فرمایا اور جزو لایتجزی کا امکان بلکہ اثبات فرمایا۔ متکلمین نے جزولایتجزی کے امکان پر جو دلائل قائم کیے ہیں اس کے بارے میں فرماتے ہیں کہ: ''ہمارے نزدیک تام نہیں، اگرچہ ان میں سے بعض کو شرح مقاصد کے اندر قوی بتایا'' (فتاویٰ رضویہ شریف ج: ۲۷، الکلمۃ الملھمہ، ص: ۵۳۹ مقام سی ویکم)

جزولایتجزی کا اثبات قرآن مقدس سے فرماتے ہیں: ''ارشاد باری تعالیٰ ہے مزقناھم کل ممزق (سبا، آیت: ۱۹) تمزیق پارہ پارہ کرنا۔ ہم نے ان کی کوئی تمزیق باقی نہ رکھی سب بالفعل کردیں۔ ظاہر ہے کہ یہاں تمزیق موجود مراد نہیں ہوسکتی کہ تحصیل حاصل ناممکن ہے۔ لاجرم تمزیق ممکن مراد یعنی جہاں تک تجزیہ کا امکان تھا سب بالفعل کردیا تو ضروری تجزیہ ان اجزا پر منتہی ہوا جن کے آگے تجزیہ ممکن نہیں ورنہ کل ممزق نہ ہوتا کہ ابھی تمزیقیں باقی تھیں اور وہ اجزا جن کا تجزیہ ناممکن ہو وہ نہیں مگر اجزاء لایتجزی تو اس تقدیر پر حاصل یہ ہوا کہ اجسام کے تمام اتصالات حسیہ کے ہر حصے اور ہر ہر حصے کے حصے باطل فرما کر ان کے اجزاء لایتجزی دور دور بکھیر دیے کہ اب کسی جز کو دوسرے جز سے اتصال حسی بھی نہ رہا''۔ (فتاویٰ رضویہ شریف ج: ۲۷، الکلمۃ الملھمہ ص: ۵۳۹ مقام سی ویکم)

موصوف گرامی قرآن کریم سے استدلال کے بعد فلاسفہ کے دلائل کا ابطال فرماتے ہیں اور یہ ثابت فرمادیا کہ جزءلایتجزی باطل نہیں اور فلاسفہ کی ساری دلیلیں اتصال جزئین کو باطل کرتی ہیں۔ نفس جز کا بطلان کسی دلیل سے بھی نہیں ہوتا۔

فلاسفہ ترجیح بلا مرجح مطلقاً باطل مانتے ہیں۔ **موصوف گرامی فرماتے ہیں کہ**: ترجیح بلا مرجح کا بطلان مطلقاً باطل نہیں۔ ''مصدر اگر صرافت مصدریت پر ہو یا مبنی للفاعل تو ہرگز محال نہیں، بداہۃً واقع ہے ہاں مبنی للمفعول ہو تو محال کہ وہی ترجیح بلا مرجح ہے'' (فتاویٰ رضویہ شریف ج: ۲۷، الکلمۃ الملھمہ ،ص: ۳۸۷ مقام اول) **اس کی مثال بیان فرمائی ہے کہ**: ''عقل انسانی میں بھی آدمی اپنے ارادے کو دیکھ رہا ہے کہ دو متساویوں میں بے کسی مرجح کے آپ ہی تخصیص کر لیتا ہے۔ دو جام یکساں ایک صورت ایک نظافت کے دونوں میں ایک سا پانی بھرا ہو اس سے ایک قرب پر رکھے ہوں یہ پینا چاہے ان میں سے جسے جی چاہے اٹھالے گا، ایک مطلوب تک دو راستے بالکل برابر و یکساں ہوں جسے چاہے چلے گا، ایک سے دو کپڑے ہوں جسے چاہے پہنے گا''۔ (فتاویٰ رضویہ شریف ج: ۲۷ الکلمۃ الملھمہ ص: ۳۸۶ مقام اول)

فلاسفہ کا اصول ہے ''الواحد لا یصدر عنہ الا الواحد'' (فتاویٰ رضویہ شریف ج: ۲۷، رسالہ: مقامع الحدید ص: ۱۳۱) **یعنی جو واحد محض ہو اس سے ایک ہی شئ کا صدور ہو سکتا ہے۔ اور حق سبحانہ تعالیٰ ایسا ہی واحد ہے لہٰذا اس نے صرف عقل اول کو بنایا** نعوذ باللہ من ھذہ العقائد فلاسفہ دس (۱۰) **عقلیں اور نو (۹) افلاک کے قائل ہیں۔ حضرت موصوف** گرامی اس قضیۂ نامرضیہ پر بہت سے سوالات قاہرہ قائم فرماتے ہیں کسی ایک کا جواب فلاسفہ سے نہیں بن سکے گا۔ **اور آخر میں فرمایا: یہ قاعدہ** الواحد لا یصدر عنہ الا الواحد خود ہی باطل مردود ہے اور محل متنافیین ہے اس لئے ''مؤثر من حیث ھو مؤثر کا واحد محض ہونا محال، اور تم نے اسے ایسا ہی فرض کیا وصف عنوانی کے حکم ضمنی میں نقیضین کو جمع کر لیا، یعنی وہ واحد محض کہ ہرگز واحد نہیں اس سے ایک ہی شئ صادر ہو گی ایسا جامع نقیضین خود ہی محال ہے نہ کہ اس سے کسی شئ کے صدور و عدم صدور کی بحث، نہ کہ اس سے صدور واحد کی تجویز، تو استثنا کا حکم صریح بھی باطل''۔ (فتاویٰ رضویہ شریف ج: ۲۷ الکلمۃ الملھمہ ص: ۴۰۹ مقام دوم)

یہ ہے ماہرین فلاسفہ کا تفلسُف کہ ان کے بوعلی سینا سے لے کر ملا محمود جونپوری تک اسی قسم کے بطالات کی پیروی کرتے آئے اور اب تک اس کے سوا انہیں کچھ نہ مل سکا۔

حضرت موصوف گرامی کو ہر علم میں انتہائی کمال حاصل تھا، منطق کی مشہور کتاب ملا جلال، میر زاہد کا حاشیہ عربی میں تحریر فرمایا، حاشیۂ شمس بازغہ عربی میں تحریر فرمایا، اصول طبعی کا حاشیہ اردو میں لکھا، اور بہت سی کتابوں کے حواشی وشروح موصوف گرامی نے تحریر فرمائے ہیں۔

کل آپ کی تصنیفات ایک ہزار سے بھی زائد ہیں، جیسا کہ ملک العلما حضرت مولانا ظفر الدین علیہ الرحمہ نے حیات اعلیٰ حضرت میں تحریر فرمایا، تقریباً پچاس (۵۰) علوم وفنون میں کتابیں لکھی ہیں، اور آپ کے حواشی وشروح اوروں کے حواشی و شروح کی طرح نہیں کہ متون وشروح سے ماخوذ ہیں، بلکہ خود آپ کے افادات و افاضات اور جودت طبع کے جوہر بے بہا ہیں۔ ع

ملک سخن کی شاہی تم کو رضا مسلم	جس سمت آگیے ہو سکے بٹھا دیے ہیں

نوٹ: حضور امام العلما علیہ الرحمۃ والرضوان کا یہ مقالہ بہت پہلے ماہنامہ انوار رضا شرکت حنفیہ لمیٹیڈ لاہور ص: ۳۱۸ تا ص: ۳۲۱ پر شائع ہو چکا ہے اور ارباب علم و دانش سے خراج تحسین وصول کر چکا ہے۔ (مرتب غفرلہ)

فرمان مبارک حضور امام العلما

اگر عالم بننا ہے تو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کتابوں کا مطالعہ کرو اس لیے کہ علم امام احمد رضا کی کتابوں میں ہے۔

حضور مفتی اعظم ہند اور علوم عقلیہ

حضرت مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کا فقہ وفتاوی میں کتنا بلند مقام ہے، ارباب علم و دانش پر مخفی نہیں۔ دنیا انہیں مفتی اعظم ہند کے نام وتشخص سے جانتی پہچانتی ہے اور جس طرح سے وہ فقہ وفتاوی میں مہارت کاملہ رکھتے تھے کہ وہ اپنے زمانے میں بے مثل فقیہ و مفتی اعظم تھے۔ فقہی جزئیات ادلہ کے ساتھ نوک زبان رہتی تھیں۔ اسی طرح علم حدیث میں بھی آپ کا پایہ بہت بلند تھا کیوں کہ یہ بات مسلم ہے کہ علم حدیث میں مہارت تامہ فقہ وفتاوی پر کامل عبور رکھنے کے بعد حاصل ہوتی ہے اور فقہ وفتاوی میں مہارت تامہ جملہ علوم عقلیہ میں دسترس و مہارت سے حاصل ہوتی ہے۔ تو گویا حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان جملہ مروجہ شرعی و عقلی علوم وفنون میں دسترس تام و مہارت کاملہ رکھتے تھے۔

کسی علم وفن میں دسترس کا ہونا اور بات ہے اور اس سے شغل و اشتغال رکھنا دوسری بات ہے۔ امام الکل فی الکل امام احمد رضا قدس سرہ جملہ علوم عقلیہ ونقلیہ کے امام تھے۔ لیکن جو انہیں علوم نقلیہ، فقہ وفتاوی سے شغل و اشتغال تھا وہ دیگر علوم سے نہیں تھا۔ پھر بھی بہت سے علوم عقلیہ میں کتابیں ارقام فرمائی ہیں۔ ان کتب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بڑے بڑے رؤسائے فن امام موصوف کے سامنے ہیچ نظر آتے ہیں۔

الولد سر لابیہ۔ مفتی اعظم جملہ علوم وفنون میں دسترس و مہارت تامہ و کاملہ رکھتے تھے۔ یہ محض عقیدت ہی نہیں بلکہ حقیقت کا اظہار و بیان ہے۔ فقیر کی نگاہ سے کوئی مستقل کتاب معقولات میں حضرت موصوف کی نہیں گزری لیکن ان کی بعض تصانیف کے مطالعہ سے اذعان و یقین ہو جاتا ہے کہ حضرت موصوف گرامی کو علوم عقلیہ

میں دسترس تام وقدرت عام حاصل تھی۔ حضرت کی تصانیف منیفہ: وقعات السنان، ادخال السنان، الموت الاحمر وغیرہ کے مطالعہ سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہوجاتی ہے کہ حضرت علوم عقلیہ کے امام اوران کے ماہر کامل تھے۔ ایسے ایسے ایرادات اورایسی گرفتیں فرمائی ہیں کہ تھانوی صاحب کو بے زبان کردیا ہے۔ ان پر اوران کے حواریوں پر ایسا جمود وتعطل طاری ہوا کہ آج تک لاجواب رہے اور انشاء اللہ تعالیٰ تا قیامت لاجواب رہیں گے۔ ارباب تحقیق مذکورہ کتب کا مطالعہ کریں تو میرے بیان کی تصدیق ضرور کریں گے۔ الموت الاحمر حضرت موصوف گرامی کی کتاب مستطاب کفر لزومی والتزامی کے بیان میں ہے۔ اور کفر لزومی والتزامی وکفر فقہی وکلامی میں فرق و تفاوت ہے۔ صاحب تقویۃ الایمان کے کفریات سب کفر لزومی وفقہی ہیں اور صاحب براہین قاطعہ وصاحب تحذیر الناس وصاحب حفظ الایمان وغیرہ کے کفریات التزامی و کلامی ہیں۔ اورلزومی وفقہی پر حضرات فقہائے کرام تکفیر کرتے ہیں اور حضرات متکلمین عظام تکفیر نہیں کرتے اور امام احمد رضا قدس سرہ نے صاحب تقویۃ الایمان کے کفریات بوجوہ کثیرہ ثابت کرنے کے بعد بھی تکفیر نہیں فرمائی ہے اور فقہا کے نزدیک کافر بتایا ہے اور صاحب براہین قاطعہ وتحذیر الناس وغیرہما کی تکفیر قطعی فرمائی ہے۔

اور امام احمد رضا قدس سرہ نے کتاب لاجواب ومستطاب ''المعتمد المستند'' شریف میں ارشاد فرمایا کہ: ''نبوت کا محض امکان ذاتی ماننے پر کافر نہ کہیں گے''۔ ہاں خاتم النبیین دو ہونا محال بالذات ہے یعنی جس کے سبب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا مثل محال بالذات ہے اس پر اغیار کو شبہ واعتراض تھا کہ اس مسئلہ پر دیوبندیوں کی تکفیر کیوں کی گئی؟ انھیں دو مسئلوں سے متعلق شیخ الاسلام والمسلمین سیدنا مفتی اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان نے ۱۳۳۷ھ میں ''الموت الاحمر'' تصنیف فرمائی جس کا پورا تاریخی نام ''الموت الاحمر علی کل انحس اکفر'' ہے اور تاریخی لقب ''ہشتاد بید وبند برمکاری دیوبند'' ہے اسی کتاب مستطاب میں علوم عقلیہ میں جولانیت دکھاتے ہوئے اغیار کے شکوک و

شبہات واہیہ کا ازہاق وابطال فرمایا ہے۔اور ایسا دقیق کلام فرمایا ہے کہ علوم عقلیہ میں بڑے بڑے شغل واشتغال رکھنے والے ماہرین دنگ رہ جاتے ہیں۔ **صاحب تحذیرو تھانوی معنوی کارد کرتے ہوئے فرماتے ہیں:**

''یہ تو بدیہی ہے کہ اس تقدیر پر کہ بعد زمانۂ نبوی علی صاحبہ الصلاۃ والسلام بھی کوئی نبی پیدا ہو، ختم زمانی باطل ہوجائے گا۔ کہ وہ تو یہی تھا کہ آپ سب میں آخری نبی ہیں (تحذیرالناس ص:۲) اور جب حضور کے بعد اور نبی پیدا ہو تو سب میں آخری نبی کب رہیں گے؟۔ کہ ان سے آخر اور ہوا۔ غرض اس سے ختم زمانی کا انتفا بدیہی اور اس کے انتفا سے نانوتوی صاحب کا ساختہ ختم اور ذاتی بھی ختم کہ اسے ختم زمانی لازم تھا۔ تحذیرالناس ص:۹ختم نبوت بمعنی معروض کو ختم زمانی لازم ہے اور لازم کے انتفا سے ملزوم کا انتفالازم، تو نہ ختم زمانی رہا نہ ذاتی بچا۔ سب فنا اور خاتمیت بجا اس میں کچھ خلل نہ آیا یہ کیسا شدید کفر ہے اور کتنی ڈھٹائی کے ساتھ دیوبندی تعصب وعناد کے مارے ہوئے ہیں۔

تھانوی صاحب آپ تو اب طالب تحقیق ہیں۔ضرور اس پر غور کریں گے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابل ان کے بدگویوں کی حمایت نہ لیں گے۔ سادساً یہاں آپ اپنی سمجھ قاصر رہنے پر اللہ کو گواہ کر رہے ہیں۔اس شدید قسم کی حاجت نہ تھی۔ اکابر دیوبند تو اسے سمجھے نہیں۔ آپ کیا سمجھتے؟ اب سمجھئے اور بہ لباس باطن نہ سمجھ سکیں تو تھانوی صاحب ظاہری بن کر سمجھئے۔ تعدد امکان، امکان تعدد نہیں۔ جیسے اجتماع امکانات ،امکان اجتماع نہیں۔ حصول فردیت ہر تشخص سے ممکن اور تعدد محال بالذات ممکن کے وجود وعدم دونوں ہر وقت ممکن اور اجتماع محال بالذات ہر تضاد میں دونوں ضدیں ہمیشہ ممکن کہ ممکن کبھی محال نہیں ہوسکتا ورنہ انقلاب مواد لازم آئے گا اور اجتماع محال، جو وقت لیجئے اس میں رات و دن دونوں ممکن اور دونوں ہوں یہ محال ہے۔ اس کی نظیر شرعیات میں حل للازواج ہے۔ عورت ہر نامحرم کے لئے حلال اور اجتماع شرعاً محال تو اس امکان ذاتی سے امکان تعدد خاتم سمجھنا کیسا باطل خیال۔ اتنی نافہمی کے بعد اس کی کیا شکایت کہ

سب اس عالم سے ایک ہی وقت میں تشریف لے جائیں تو سب خاتم ہوں گے- ایک بھی نہ ہوگا کہ خاتم کا معنی باقرار تحذیر الناس صفحہ۲ یہ ہے کہ سب میں آخری نبی، جب دس بیس ایک ساتھ ہوئے تو سب میں آخر ایک بھی نہ ہوا''۔ (مجموعۂ رسائل مفتیٔ اعظم، ج: ۷، ص: ۷۹، ۸۰)

اور حضرت موصوف گرامی علیہ الرحمۃ والرضوان تعدد امکان، امکان تعدد پر تحشیہ فرماتے ہوئے رقمطراز ہیں:

''جس چیز میں تعدد محال ہے اور علی سبیل البدلیت دو یا سو کا احتمال ہے وہاں تعدد امکان ہوا یعنی متعدد احتمالات ممکن ہیں مگر امکانِ تعدد ناممکن، کہ یہ مفروض ہے کہ اس شئ میں تعدد محال ہے''۔ (ایضاً ص: ۸۰)

یہ ہیں چند سطور جو کتاب مستطاب الموت الاحمر سے ہدیۂ ناظرین کر دی گئی ہیں اور اسی قسم کے مباحث جلیلہ پر پوری کتاب مشتمل ہے۔ اس عبارت رشیقہ کے دیکھنے کے بعد ہر ذی علم پر روز روشن کی طرح عیاں ہو جائے گا کہ حضرت مفتیٔ اعظم علیہ الرحمۃ و الرضوان کو کس قدر علوم عقلیہ میں دسترس وقدرت حاصل تھی۔

یہ ایسے مباحث دقیقہ ہیں کہ عصر حاضر میں ان کی شرح وتفسیر کی ضرورت ہے۔ اس فقیر نے اپنے استاذ گرامی حضرت بحر العلوم جامع علوم عقلیہ ونقلیہ مفتی عبد المنان صاحب دامت برکاتہم القدسیہ کی خدمت بابرکت میں ضلع بستی کے ایک جلسہ میں عرض کی کہ کتاب مستطاب الموت الاحمر کی مذکورہ عبارت تعددِ امکان، امکان تعدد کو سمجھا دیا جائے اور اس کی تشریح فرما دی جائے تو حضرت استاذ محترم دام ظلہ العالی نے افہام وتفہیم فرمایا اور فرمایا کہ ارے بھائی حضرت تو لکھ کر چلے گئے اور اس زمانے میں مذکورہ کتاب کی شرح کی ضرورت ہے۔ خدا کرے کہ کوئی اللہ کا مخصوص بندہ تیار ہو جائے اور حضرت کی عبارات غامضہ کی شرح وتفسیر وتشریح کر دے۔ آمین

اور کیوں نہ ایسا ہوتا کہ ہمارے شیخ طریقت شیخ الاسلام والمسلمین حضرت مفتی

اعظم علیہ الرحمۃ و الرضوان جملہ علوم وفنون و جملہ علوم عقلیہ ونقلیہ کے جامع ہوں۔ حضرت بابرکت کی شخصیت ان نفوس قدسیہ سے تھی کہ جن نفوس قدسیہ کے بارے میں ارشاد نبوی ہے:"اذا احب اللہ عبداً علمه من غير تعلم" یعنی جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو اپنا محبوب بنالیتا ہے تو اسے بے پڑھے اور بغیر تعلم کے علم عطا فرما دیتا ہے۔ اور اس کا قلب ایسا متجلی و روشن ہو جاتا ہے کہ اس پر بہ کرم علام الغیوب علوم وفنون عیاں ہوتے چلے جاتے ہیں۔ حدیث پاک میں کسی علم کی کوئی تخصیص نہیں فرمائی گئی ہے خواہ وہ علوم عقلیہ ہوں یا نقلیہ ہوں۔ مفتی اعظم علیہ الرحمہ کو جملہ علوم خواہ علوم عقلیہ ہوں یا نقلیہ، حاصل تھے اور جملہ علوم وفنون میں دسترس تام وقدرت عام رکھتے تھے اور ظاہری اعتبار سے انہوں نے ۱۸؍سال کی عمر مبارک میں تقریباً چالیس علوم وفنون حاصل کر کے سند فراغت حاصل فرمائی اور فراغت کے بعد جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف ہی میں مسند درس وتدریس کو زینت بخشی اور تقریباً تیس سال تک علوم ومعارف کے موتی لٹائے اور آپ نے جملہ علوم وفنون اپنے والد ماجد امام الکل فی الکل سیدنا احمد رضا قدس سرہ العزیز اور اپنے برادر کبیر حجۃ الاسلام سیدنا شاہ حضرت علامہ محمد حامد رضا علیہ الرحمۃ و الرضوان اور استاذ الاساتذہ حضرت علامہ شاہ رحم الٰہی منگلوری اور شیخ العلماء حضرت علامہ شاہ سید بشیر احمد علی گڑھی اور شمس العلما علامہ ظہور الحسین فاروقی رام پوری سے حاصل فرمائے۔ حضرت موصوف گرامی کے اساتذۂ کرام کی مذکورہ فہرست سے بھی روشن وعیاں ہے کہ وہ جملہ علوم وفنون کے عالم و ماہر کامل تھے۔ اور ان کی تصانیف منیفہ ان کی مہارت کاملہ پر شاہد عدل ہیں۔

فرمان مبارک حضور امام العلما

علم تو سب حاصل کر لیتے ہیں مگر نور علم اس کو ملتا ہے جو اپنے اساتذہ اور بزرگوں کا ادب بجالائے۔

اقوال وارشادات حضور امام العلما علیہ الرحمہ

☆ اپنے سچے رب کو پہچاننا صرف اور صرف اہل سنت وجماعت کا خاصہ ہے۔
☆ تعلیم وتعلم اپنی محنت سے ہوتی ہے عمارت سے نہیں۔
☆ مدرس کی سب سے بڑی کامیابی طلبہ پر اپنا اچھا اثر ہے۔
☆ تحصیل علم کے لیے کتب بینی بہت ضروری ہے مدرسہ میں رہ کر محض وقت گزاری سے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔
☆ علم دین خدمت دین کے لیے حاصل کرو نہ کہ نام ونمود اور ذریعۂ معاش کے لیے۔
☆ اپنے محسن کے احسان کو فراموش نہ کرو۔
☆ اپنے اساتذۂ کرام کا ادب کرنے والا طالب علم کبھی ذلیل ورسوا نہیں ہوتا ہے۔
☆ اپنے اساتذہ کا گستاخ کبھی بامراد نہیں ہوسکتا۔
☆ دعا امت محمدیہ میں سب سے بڑا ہتھیار ہے۔
☆ مسلسل مطالعہ کرنے سے علم مستحکم ومستحضر رہتا ہے۔
☆ اسم پاک (اللہ، محمد) ہمیشہ خوبصورتی کے ساتھ لکھنا چاہیے اس سے برکتیں ملتی ہیں۔
☆ اپنے بچوں کا نام اچھا اور بزرگوں کے نام پر رکھنا چاہیے اس لیے کہ نام کا بھی اثر ہوتا ہے۔
☆ جاہلوں کے منہ لگنا اپنے آپ کو ذلیل کرنا ہے۔
☆ نمازوں کی پابندی کرو اس لیے کہ جو طالب علم اپنے طالب علمی کے زمانے میں نماز کا پابند نہیں ہوا وہ بعد میں بہت کم ہی ہو پاتا ہے۔
☆ مسلک اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے وابستہ رہو اسی میں فلاح ونجات ہے۔
☆ اگر عالم بننا ہے تو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کتابوں کا مطالعہ کرو

اس لیے کہ علم امام احمد رضا کی کتابوں میں ہے۔

☆علم بغیر نور علم کے بیکار ہے۔

☆اپنے اساتذہ اور بزرگان دین کا ادب واحترام کرو اس لیے کہ فیض ادب سے ملتا ہے۔

☆جو طالب علم اپنے اساتذہ اور بزرگوں کا ادب واحترام نہیں کرتا وہ فیض سے محروم رہتا ہے۔

☆علم تو سب حاصل کر لیتے ہیں مگر نور علم اس کو ملتا ہے جو اپنے اساتذہ اور بزرگوں کا ادب بجالائے۔

☆پہلے اپنی بات کو نہیں اپنی شخصیت کو علم و عمل کے اعتبار سے منواؤ تمہاری بات خود ہی مانی جائے گی۔

☆ردوہابیہ ودیابنہ فرض ہے۔

☆صرف مدرسے میں وقت گزارنے سے علم حاصل نہیں ہوتا علم حاصل ہوتا ہے پڑھنے اور محنت کرنے سے۔

☆اپنے اوقات کو ضائع نہ کرو اس کی قدر و قیمت گزر جانے کے بعد سمجھ میں آتی ہے۔

☆وعظ گوئی وہدایت وارشاد وپند وموعظت ومیلاد شریف پڑھنا محض طلب زر وجلب منفعت کے لیے علمائے اہل سنت کے لیے جائز و درست نہیں۔

فرمان حضور نائب امام العلما

☆مومن وہ نہیں جس کی نظر دنیا پر ہو بلکہ مومن وہ ہے جس کی نظر آخرت پر ہو۔

منقبت

حضور شہنشاہ بغداد سید الاولیا سند الاولیاء مسند الاولیاء تاج الاولیاء بڑے پیر دستگیر غوث الثقلین **الشیخ عبدالقادر جیلانی** بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

طلب کا منہ تو کس قابل ہے یا غوث

طلب کا منہ تو کس قابل ہے یا غوث — مگر تیرا کرم کامل ہے یا غوث
دوہائی یا محی الدیں دوہائی — بلا اسلام پر نازل ہے یا غوث
وہ سنگیں بدعتیں وہ تیزی کفر — کہ سر پر تیغ دل پر سل ہے یا غوث
عزوماً قاتلاً عند القتال — مدد کو آ دمِ بسمل ہے یا غوث
خدارا ناخدا آ دے سہارا — ہوا بگڑی بھنور حائل ہے یا غوث
جِلا دے دیں جلا دے کفر و الحاد — کہ تو محیی ہے تو قاتل ہے یا غوث
ترا وقت اور پڑے یوں دین پر وقت — نہ تو عاجز نہ تو غافل ہے یا غوث
رہی ہاں شامت اعمال یہ بھی — جو تو چاہے ابھی زائل ہے یا غوث
غیورا اپنی غیرت کا تصدق — وہی کر جو تیرے قابل ہے یا غوث
خدا را مرہم خاک قدم دے — جگر زخمی ہے دل گھائل ہے یا غوث
نہ دیکھوں شکل مشکل تیرے آگے — کوئی مشکل سی یہ مشکل ہے یا غوث
وہ گھیرا رشتۂ شرک خفی نے — پھنسا زُنّار میں یہ دل ہے یا غوث
تو قوت دے میں تنہا کام بسیار — بدن کمزور دل کاہل ہے یا غوث
حسد سے ان کے سینے پاک کردے — کہ بدتر دق سے بھی یہ سل ہے یا غوث
خدا سے لیں لڑائی وہ ہے معطی — نبی قاسم ہے تو موصل ہے یا غوث
ثنا مقصود ہے عرض غرض کیا — غرض کا آپ تو کافل ہے یا غوث
رضاؔ کا خاتمہ بالخیر ہوگا — تیری رحمت اگر شامل ہے یا غوث

از: حضور مجدد اعظم الشاہ امام **احمد رضا** فاضل بریلوی علیہ الرحمہ

منقبت

حضور امام اہل سنن فخر زمین و زمن مقتدائے عارفان روزگار سیدی سرکار اعلیٰ
حضرت **امام احمد رضا خان** قطب زمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

تمہاری شان میں جو کچھ کہوں اس سوا تم ہو

تمہاری شان میں جو کچھ کہوں اس سے سوا تم ہو — قسیمِ جام عرفاں اے شہ احمد رضا تم ہو
غریق بحر الفت مست جام بادۂ وحدت — محبّ خاص منظور حبیب کبریا تم ہو
جو مرکز ہے شریعت کا مدار اہل طریقت کا — جو محور حقیقت کا وہ قطب الاولیاء تم ہو
یہاں آ کر ملیں نہریں شریعت اور طریقت کی — ہے سینہ مجمع البحرین ایسے رہنما تم ہو
حرم والوں نے مانا تم کو اپنا قبلہ و کعبہ — جو قبلہ اہل قبلہ کا ہے وہ قبلہ نما تم ہو
مزین جس سے ہے تاج فضیلت تاج والوں کی — وہ لعل پر ضیاء تم ہو وہ درّ بے بہا تم ہو
عرب میں جا کے ان آنکھوں نے دیکھا جس کی صولت کو — عجم کے واسطے لاریب وہ قبلہ نما تم ہو
ہیں سیارہ صفت گردش کناں اہل طریقت یاں — وہ قطب وقت اے سرخیل جمع اولیاء تم ہو
عیاں ہے شان صدیقی تمہاری شان تقویٰ سے — کہوں اتقیٰ نہ کیوں کر جبکہ خیر الاولیا تم ہو
جلال و ہیبت فاروق اعظم آپ سے ظاہر — عدو اللہ پر اک حربۂ تیغ خدا تم ہو
تمہیں نے جمع فرمائے نکات و رمز قرآنی — یہ ورثہ پانے والے حضرت عثمان کا تم ہو
اشداء علی الکفار کے ہو سر بسر مظہر — مخالف جس سے تھرائیں وہی شیر وفا تم ہو
خلوص مرتضیٰ خلق حسن عزم حسینی میں — عدیم المثل یکتائے زمن اے باخدا تم ہو
تمہیں پھیلا رہے ہو علم حق اکناف عالم میں — امام اہل سنت نائب غوث الوریٰ تم ہو
بھکاری تیرے در کا بھیک کی جھولی ہے پھیلائے — بھکاری کی بھرو جھولی گدا کا آسرا تم ہو
وفی اموالھم حق ہر اک سائل کا حق ٹھہرا — نہیں پھرتا کوئی محروم ایسے با سخا تم ہو
علیم خستہ اک ادنیٰ گدا ہے آستانہ کا — کرم فرمانے والے حال پر اس کے شہا تم ہو

از: حضور مبلغ اسلام الشاہ علامہ **محمد عبد العلیم** صدیقی میرٹھی علیہ الرحمہ